اَحکام قبور مؤمنین

اعلیحضرت مولانا الشاہ احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ

تقدیم

مسلمانوں کے قبرستانوں کو مسمار کر کے کوئی عمارت بنانا جائز نہیں، مسلمانوں کی قبریں واجب التعظیم ہیں۔ اس رسالہ مبارکہ میں صرف مقابر کے احکام ہی نہیں بیان کئے گئے ہیں بلکہ وقف کے بہت سے احکام بیان کردیئے گئے ہیں اور اس سلسلے میں متعدد کتب کے بہترین حوالہ جات یکجا کئے گئے ہیں جو مدّت دراز کی عرق ریزی اور جاں فشانی کے بعد بھی علماء کے لئے حاصل کرنا ممکن نہیں اور اس ضمن میں اصول فقہ کی بہت سی نادر ابحاث بھی شامل ہیں جو اصل رسالہ دیکھنے پر ہی منکشف ہو سکتی ہیں۔

سید شجاعت علی قادری

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سوال :

علمائے دین اور مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلے میں کیا فرماتے ہیں کہ ایک گورستان (اہلسنت) قدیم کی (ویرانی) قبروں کو عمداً کھود کر اپنے رہنے کے لیے مکان بنانا موافق مذہب حنفی کے جائز ہے۔ یا نہیں ؟ اور ایسا کرنے میں اہل قبور کی توہین واہانت ہوگی۔ یا نہیں؟ بینوا، توجروا۔

الجواب:

ومنہ الھدایۃ الی الحق والصواب

جاننا چاہیئے، کہ انبیاء واولیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام وعامۂ مومنین اہلسنت کے ساتھ جو قلبی عداوت فرقۂ نجدیہ وہابیہ کو ہے ایسی اور کسی فرقۂ مبتدعہ کو نہیں ہے اسی وجہ سے اس فرقۂ محدثہ کے اکابر کی تصانیف اباطیل اہانت محبوبان خدا سے بھری پڑی ہیں

جس کا جی چاہے وہ نجدی، اسمٰعیل دہلوی و صدیق حسن بھوپالی و خرم علی و رشید گنگوہی وغیرہ کی تالیفات باطلہ اٹھا کر دیکھ لے کہ قسم قسم کی اہانتوں سے پر ہیں

منجملہ ان کے ایک اہانت قبور انبیاء و شہداء و اولیاء علیہم السلام کا منہدم و نابود کرنا اس فرقے کا شعار ہو گیا ہے۔

شیخ نجدی نے روضۂ اقدس کو گرانے کا ارادہ کیا تھا

علامہ احمد بن علی بصری کتاب فصل الخطاب فی رد ضلالات ابن عبد الوہاب میں فرماتے ہیں:

منها انه صح انه يقول

لو اقدر علی حجرة الرسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لهدمتها۔	یعنی میں اگر قدرت پاؤں تو روضۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم توڑ دوں۔

شیخ نجدی نے شہداء و صحابہ کرام کے مزار توڑے

اور یہی علامہ بصری ایک دوسرے مقام میں لکھتے ہیں:

اقول تهديم قبور شهداء الصحابة المذكورين لاجل البناء علی قبورهم	یعنی نجدی کا شہداء صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی قبور کو بنوں کی وجہ سے توڑ ڈالنا بڑی ضلالت

ضلالۃ ای ضلالۃ انتہی مختصراً ۔

اور گمراہی اس نجدی کی ہے۔

اور یہی علامہ مذکور تیسرے مقام میں لکھتے ہیں:

قال بعضهم ولو كان المبنى عليه مشهوراً بالعلم والصلاح او كان صحابياً وكان المبنى عليه قبة وكان البناء على قدر قبره فقط فينبغى ان لا يهدم لحرمة نبشه وان اندرس اذا علمت هذا فالبناء على قبور هؤلاء الشهداء من الصحابة رضى الله تعالى عنهم لا يخلوا اما ان يكون واجبًا او جائزًا بغير كراهة وعلى كل فلا يقدم على الهدم الا رجل مبتدع ضال لاستلزامه

بعض علماء نے فرمایا کہ، صاحب قبہ اگر کوئی مشہور عالم متقی یا صحابی ہے اور قبہ صرف قبر کے برابر ہو تو اسے منہدم نہ کرنا چاہیئے، کیونکہ خواہ اس کا نشان بھی کیوں نہ مٹ جائے مگر اس کا کھولنا جائز نہیں۔ اب آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ ان شہید صحابہ رضی اللہ عنہم کی قبور پر عمارات بنانا یا تو واجب ہوگا یا بلا کراہت جائز اور بہر صورت منہدم کرنا جائز نہیں اور یہ صرف وہی شخص کر سکتا ہے جو بدعتی اور گمراہ ہو۔

انتہاك حرمة اصحاب رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم الواجب علیٰ كل مسلمٍ محبتهم ومن محبتهم وجوب توقیرلهم وای توقیرلهم عند من هدم قبورهم حتی یلات ابدانهم واكفانهم كما ذكر بعض علمار نجد فی سوال ارسله الی انتهی مختصرا ؏

کیونکہ اس سے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بےحرمتی ہوتی ہے، حالانکہ ان کی تعظیم اور توقیر ہر مسلمان پر واجب ہے۔ اب وہ لوگ تعظیم کرنے والے کیسے قرار پا سکتے ہیں جنہوں نے شہدار کی قبور کھود ڈالیں جبکہ بعض کے جسم اور کفن بھی ظاہر ہو گئے۔

ان بدبختوں کے نزدیک ظاہری موت کے بعد یہ بالکل بےحس و بےشعور ہو جاتے ہیں اور مر کر معاذاللہ (پناہ بخدا) مٹی میں مل جاتے ہیں۔ ملا اسمٰعیل دہلوی اپنی کتاب تقویت الایمان کے صنے میں حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شان ارفع و اعلیٰ میں بکتا ہے کہ:

"میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں۔"

لہ سابقاً علامہ بصری علیہ الرحمت کے قول میں گذرا کہ نجدی نے جب

جب سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت ان ملاعنہ کا ایسا ناپاک خیال ہے اور ان کے روضۂ اطہر اور شہدار و صحابہ کرام علیہم الرضوان کی قبور کو منہدم کرنے کا بیہودہ خیال ہے تو باقی اموات عامہ مومنین صالحین کی نسبت پوچھنا کیا ہے۔

جب قبور مومنین بلکہ اولیار علیہم السلام اجمعین کا توڑنا اور منہدم کرنا شعار نجدیہ وہابیہ ہوا، تو کسی کو جائز نہیں ہے کہ وہ صورت مسئولہ میں قبور مومنین اہلسنت کو توڑ کر بلکہ ان کو کھود کر ان پر اپنی رہائش و آسائش کے مکان بنا کر ان میں لذات دنیا میں مشغول و منہمک ہو، جو قطعاً و یقیناً اصحاب قبور کو ایذا دینا اور ان کی اہانت اور توہین کرنا ہے جو کسی طرح جائز نہیں کہ:

اہلسنت کے نزدیک انبیا و شہدار و اولیار اپنے

بقیہ حاشیہ صلہ ۲۳۸) قبور شہدار و صحابہ کرام علیہم الرضوان کو شہید کیا تو ان میں ان کے کفن اور بدن شریف سب سلامت تھے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو مدفون ہوئے تخمیناً بارہ سو سال گزر چکے تھے۔ پس ہزار تف ہے ملا اسمٰعیل اور اس کے مقلدین وہابیہ روسیاہ پر کہ ان کا ایسا ناپاک عقیدہ ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس و اطہر کے ساتھ کہ جو مسلمان کی شان کے خلاف ہے اللہ تعالیٰ اہلسنت کو ان کی صحبت بد سے بچائے۔ آمین

ابدان مع اکفان کے زندہ ہیں۔

اہلسنت کے نزدیک انبیاء و شہداء علیہم التحیتہ والثنا اپنے ابدان شریفہ سے زندہ ہیں بلکہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ابدان لطیفہ زمین پر حرام کئے گئے ہیں، کہ وہ ان کو کھاوے اسی طرح شہداء و اولیاء علیہم الرحمتہ والثنا کے ابدان و کفن بھی قبور میں صحیح و سلامت رہتے ہیں۔ وہ حضرات روزی و رزق دیئے جاتے ہیں۔

علامہ سبکی علیہ الرحمتہ شفاء السقام میں لکھتے ہیں:

وحیاۃ الشہداء اکمل واعلیٰ فہذا النوع من الحیاۃ والرزق لا یحصل لمن لیس فی رتبتہم واما حیاۃ الانبیاء اعلیٰ واکمل واتم من الجمیع لانہا للروح والجسد علی الدوام علیٰ ما کان فی الدنیا۔

شہداء کی زندگی بہت اعلیٰ ہے زندگی اور رزق کی یہ قسم ان لوگوں کو حاصل نہیں ہوتی جو ان کے ہم رتبہ نہیں اور انبیاء کی زندگی سب سے اعلیٰ ہے، اس لئے کہ وہ جسم و روح دونوں کے ساتھ ہے جیسی کہ دنیا میں تھی، اور ہمیشہ رہے گی۔

اور قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی تذکرۃ الموتیٰ میں لکھتے ہیں:

"اولیاء اللہ گفتہ اند۔ ارواحنا اجسادنا

یعنی ارواح ایشاں کار اجساد می کنند۔ وگاہے
اجساد از غایت لطافت برنگ ارواح می برآید۔
میگویند۔ کہ رسول خدا را سایہ نبود (صلی اللہ تعالیٰ
علیہ والہ واصحابہ وسلم) ارواح ایشاں از زمین
وآسمان وبہشت ہر جا کہ خواہند می روند۔ وبسبب
ایں ہمیں حیات اجساد آنہا را در قبر خاک نمی خورد
بلکہ کفن ہم می ماند۔ ابن ابی الدنیا از مالک روایت
نمود۔ ارواح مومنین ہر جا کہ خواہند سیر کنند، مراد از
مومنین کاملین اند۔ حق تعالیٰ اجساد ایشاں را قوت
ارواح می دہد کہ در قبور نماز میخوانند (ادا کنند) وذکر
می کنند، وقرآن کریم می خوانند۔"

ترجمہ۔ اولیاء اللہ کا فرمان ہے کہ ہماری روحیں
ہمارے جسم ہیں، یعنی ان کی ارواح جسموں کا کام دیا
کرتی ہیں اور کبھی اجسام انتہائی لطافت کی وجہ سے
ارواح کی طرح ظاہر ہوتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا؛ ان کی ارواح زمین
آسمان، اور جنت میں جہاں بھی چاہیں آتی جاتی ہیں۔
اس لئے قبروں کی مٹی ان کے جسموں کو نہیں کھاتی
ہے بلکہ کفن بھی سلامت رہتا ہے۔ ابن ابی الدنیا

نے مالک سے روایت کی ہے کہ مومنین کی ارواح جہاں چاہتی ہیں سیر کرتی ہیں، مومنین سے مراد کاملین ہیں۔ حق تعالیٰ ان کے جسموں کو روحوں کی قوت عطا فرماتے ہیں۔ وہ قبروں میں نماز ادا کرتے اور ذکر کرتے ہیں، اور قرآن کریم پڑھتے ہیں۔"

اور شیخ الہند محدث دہلوی علیہ الرحمۃ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

"اولیائے خدائے تعالیٰ نقل کردہ شدند ازیں دار فانی بدار بقا، وزندہ اند نزد پروردگار خود۔ ومرزوق اند وخوش حال اند۔ ومردم را ازاں شعور نیست۔ الخ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے اولیاء اس دار فانی سے دار بقا کی طرف کوچ کر گئے ہیں، اور اپنے پرودگار کے پاس زندہ ہیں، انھیں رزق دیا جاتا ہے، وہ خوش حال ہیں، اور لوگوں کو اس کا شعور نہیں۔

اور علامہ علی قاری شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں:

لا فرق لھم فی الحالین ولذا قیل اولیاء اللہ لا یموتون ولا ینقلبون من دارٍ الیٰ دارٍ الخ	اولیاء اللہ کی دونوں حالتوں (حیات وممات) میں اصلاً فرق نہیں۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ وہ مرتے نہیں بلکہ ایک گھر سے

دوسرے گھر میں تشریف لے جاتے ہیں "

علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمتہ نے شرح صدور میں اولیائے کرام علیہم الرضوان کی حیات بعد ممات کے متعلق چند روایات مستندہ لکھی ہیں، جو یہاں نقل کی جاتی ہیں :

امام عارف باللہ استاذ ابوالقاسم قشیری قدس سرہٗ اپنے رسالے میں بسند خود حضرت ولی مشہور سیدنا ابوسعید خراز قدس اللہ سرہٗ الممتاز سے راوی، کہ میں مکّہ معظمہ میں تھا۔ باب بنی شیبہ پر ایک جوان مردہ پڑا پایا۔ جب میں نے اس کی طرف نظر کی تو مجھے دیکھ کر مسکرایا، اور کہا :

یا اباسعید اما علمت ان الاحبّاءَ احیاء
وان ماتوا وانما ینقلبون من دارٍ الیٰ دار ؕ

اے ابوسعید! کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے زندہ ہیں، اگرچہ مرجائیں۔ وہ تو یہی ایک گھر سے دوسرے گھر میں بدلائے جاتے ہیں "

وہی عالی جناب حضرت سیدی ابوعلی قدس سرّہٗ سے ، راوی ہے :

میں نے ایک فقیر کو قبر میں آتارا، جب کفن کھولا، ان کا سر خاک پر رکھ دیا، کہ اللہ تعالیٰ ان کی غربت پر رحم کرے۔ فقیر نے آنکھیں کھول دیں اور مجھ سے

فرمایا:

یا ابا علی تذللنی بین یدی من یدللنی.

اے ابو علی! تم مجھے اس کے سامنے ذلیل کرتے ہو جو میرے ناز اٹھاتا ہے۔

میں نے عرض کی:

"اے سردار میرے، کیا موت کے بعد زندگی ہے؟"

فرمایا:

بلیٰ انا حیّ وکل محبّ لا نصرنک بجاھی غداً۔

میں زندہ ہوں، اور خدا کا ہر پیارا زندہ ہے۔ بیشک وہ جاہت و عزّت جو مجھے روز قیامت ملے گی اس سے میں تیری مدد کروں گا"

وہی جناب مستطاب حضرت ابراہیم بن شیبان قدس سرّہٗ سے راوی:

"میرا ایک مرید جوان فوت ہو گیا۔ مجھ کو سخت صدمہ ہوا نہلانے بیٹھا، گھبراہٹ میں بائیں طرف سے ابتدا کی، جوان نے وہ کروٹ ہٹا کر اپنی دہنی کروٹ میری طرف کی۔ میں نے کہا جان پدر۔ تو سچا ہے۔ مجھ ہی

سے غلطی ہوئی :

وہی امام، حضرت ابو یعقوب سوسی نہر جوری قدس سرہٗ سے راوی :

"میں نے ایک مرید کو نہلانے کے لئے تختے پر لٹایا اس نے میرا انگوٹھا پکڑ لیا۔ میں نے کہا، جان پدر میں جانتا ہوں کہ تو مردہ نہیں۔ یہ تو صرف مکان بدلنا ہے۔ لے میرا ہاتھ چھوڑ دے۔"

جناب ممدوح انھیں عارف موصوف سے راوی :

"مکہ معظمہ میں ایک مرید نے مجھ سے کہا۔ پیر و مرشد! میں کل ظہر کے وقت مر جاؤں گا، حضرت ایک اشرفی لیں۔ آدھی میں میرا دفن اور آدھی میں میرا کفن کریں جب دوسرا دن ہوا، اور ظہر کا وقت آیا۔ مرید مذکور نے آکر طواف کیا، پھر کعبے سے ہٹ کر لیٹا، تو روح نہ تھی میں نے قبر میں اتارا۔ آنکھیں کھول دیں۔ میں نے کہا کیا موت کے بعد زندگی۔ کہا :

اَنَا حَیٌّ وَ کُلُّ مُحِبِّ اللّٰہِ حَیٌّ :

میں زندہ ہوں اور اللہ تعالیٰ کا ہر دوست زندہ ہے۔

نامناسب افعال کرنے سے اموات مسلمین کو ایذا ہوتی ہے

اور بعض عامۂ مومنین اور بقیہ اموات کے ابدان گو سلامت نہ رہتے ہوں، تاہم ان کی قبور پر بیٹھنے بلکہ ان پر تکیہ لگانے اور قبرستان میں جوتوں کی آواز کرنے سے ان کو ایذا ہوتی ہے۔ احادیث صحیحہ سے یہ امر ثابت بلا ریب ہے۔ حاکم و طبرانی عمارہ بن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک قبر پر بیٹھے دیکھا، فرمایا:

یا صاحب القبر انزل من القبر لا توذی صاحب القبر ولا یوذیک۔	او قبر والے قبر سے اتر آ۔ نہ تو صاحب قبر کو ایذا دے نہ وہ تجھے۔

سعید بن منصور اپنی سنن میں راوی:

کسی نے حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے قبر پر پاؤں رکھنے کا مسئلہ پوچھا۔ فرمایا:

کما اکرہ اذی المؤمن فی حیاتہ فانی اکرہ اذاہ بعد موتہ۔	مجھ کو جس طرح مسلمان زندہ کی ایذا ناپسند ہے، یوں ہی مردہ کی

امام احمد علیہ الرحمتہ بسند احسن انھیں حضرت عمارہ بن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی:

سید عالم صلی اللہ وسلم نے مجھے ایک قبر سے تکیہ لگائے

دیکھا، فرمایا:

لا تؤذ صاحب ھذا القبر — اس قبر والے کو ایذا نہ دے

یا فرمایا:

لا تؤذہ — اسے تکلیف نہ پہنچا۔

اس ایذا کا تجربہ بھی تابعین عظام اور دوسرے علمائے کرام نے جو صاحب بصیرت تھے کر لیا ہے۔ ابن ابی الدنیا ابو قلابہ بصری سے راوی:

میں ملک شام سے بصرہ کو جاتا تھا، رات کو خندق میں اترا وضو کیا، دو رکعت نماز پڑھی پھر ایک قبر پر سر رکھ کر سو گیا۔ جب جاگا، تو صاحب قبر کو دیکھا کہ مجھ سے گلہ کرتا ہے اور کہتا ہے:

لقد اذیتنی منذ اللیلۃ — اے شخص تو نے مجھ کو رات بھر ایذا دی۔

امام بیہقی دلائل النبوۃ میں اور ابن ابی الدنیا حضرت ابو عثمان نہدی سے۔ وہ ابن مینا تابعی سے راوی:

میں مقبرے میں گیا، دو رکعت پڑھ کر لیٹ گیا۔ خدا کی قسم میں خوب جاگ رہا تھا، کہ سنا، کوئی شخص قبر میں سے کہتا ہے

قم فقد اذیتنی — اٹھ کہ تو نے مجھ کو اذیت دی

حافظ ابن مندہ امام قاسم بن مخیمرہ رحمۃ اللہ تعالیٰ سے راوی:

"اگر میں تپائی بھال پر پاؤں رکھوں کہ میرے قدم سے پار ہو جائے تو یہ مجھ کو زیادہ پسند ہے، اس سے کہ قبر پر پاؤں رکھوں"۔ پھر فرمایا:

ایک شخص نے قبر پر پاؤں رکھا۔ جاگتے میں سنا:

الیك عنّی یا رجل ولا تؤذنی ۞	اے شخص الگ ہٹ مجھے ایذا نہ دے۔

اور علامہ شرنبلالی مراقی الفلاح میں لکھتے ہیں:

اخبرنی شیخی العلامة محمد بن احمد الحموی الحنفی رحمة الله تعالیٰ بانهم یتاذون بخفق النعال ۞	مجھ کو میرے استاذ علامہ محمد ابن احمد حنفی نے خبر دی کہ جوتے کی پہچل سے مردے کو ایذا ہوتی ہے۔

اسی واسطے ہمارے فقہائے کرام احناف علیہم الرحمتہ فرماتے ہیں، کہ:

قبر پر رہنے کو مکان بنانا، یا قبر پر بیٹھنا یا سونا، یا اس پر یا اس کے نزدیک بول و براز کرنا یہ سب امور اشد مکروہ، قریب بحرام ہیں۔

فتاوی علمگیری میں ہے:

ویکره ان یبنی علی	قبر پر عمارت بنانا، سونا

القبر او ینام او یطاء علیہ او یقضی حاجۃ الانسان من بول او غائط الخ۔ روندنا، بول و براز کرنا مکروہ ہے۔

علامہ شامی اس کی دلیل میں حاشیہ درمختار میں فرماتے ہیں:

لان المیّت یتاذی بما یتاذی بہ الحیّ۔ یعنی اس لئے کہ جس سے زندوں کو اذیت ہوتی ہے اس سے مردے بھی ایذا پاتے ہیں۔

بلکہ دیلمی نے امّ المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اس کلیئے کی تصریح روایت کی کہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

المیت یوذیہ فی قبرہ مایوذیہ فی بیتہٖ۔ میّت کو جس بات سے گھر میں ایذا ہوتی ہے، قبر میں بھی اس سے اذیت پاتا ہے۔

ابن ابی شیبہ اپنی مصنّف میں سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی:

اذی المومن فی موتہٖ کاذاہ فی حیٰوتہٖ۔ مسلمان کو بعد موت ایذا دینی ایسی ہی ہے جیسے زندگی میں اسے تکلیف پہنچائی۔

اور اظہر من الشمس ہے کہ قبور کو کھود کر ان پر رہنے کو مکان

بنایا تو اس میں یہ سب امور موجود ہیں۔ جس سے یقیناً اہل قبور کی توہین ہوتی ہے اور ان کو ایذا دینا ہے جو ہرگز ہمارے حنفی مذہب میں جائز نہیں ہے، اگر کوئی معترض کہے، کہ شرح کنز میں علامہ زیلعی لکھتے ہیں:

ولو بلی المیت وصار تراباً جاز دفن غیرہ فی قبرہ وزرعہ والبناء علیہ ؛	(ترجمہ) اگر میت پرانی ہو جائے اور مٹی میں مل جائے تو دوسرے کو اس قبر میں دفن کرنا، کھیتی باڑی کرنا اور اس پر عمارت بنانا جائز ہے ؛

تو جواب اس کا اولاً یہ ہے کہ یہ قول علامہ زیلعی کا احادیث مذکورہ اور روایاتِ مسطورہ کے معارض ہے لہٰذا قابل قبول نہیں ہے اور ثانیاً یہ کہ علامہ شرنبلالی نے امداد الفتاح میں علامہ زیلعی کے اس قول کو رد کر دیا ہے، دوسری روایت معارضہ سے پس قابل تعمیل نہیں۔

قال فی الامداد ویخالفہ مافی التتارخانیہ اذا صار المیّت تراباً فی القبر یکرہ دفن غیرہ فی قبرہ لان الحرمۃ باقیۃ الخ	یعنی جب قبر میں میّت گل کر مٹی بھی ہو جائے تب بھی اس کی قبر میں غیر کو دفن کرنا مکروہ ہے کہ اس کی تعظیم وحرمت کے خلاف ہے کہ اس میّت

کی تعظیم وحرمت اب بھی باقی ہے۔

اور مؤید ہے اس کی وہ جو علّامہ نابلسی علیہ الرحمتہ نے حدیقۂ ندیہ شرح طریقۂ محمدیہ نے لکھا ہے:

معناه ان الارواح تعلم بترك اقامة الحرمة والاستهانة فتاذی بذلك؛

یعنی قبر پر تکیہ لگانے سے جو اہل قبور کو ایذا ہوتی ہے اس کے یہ معنی ہیں کہ روحیں جان لیتی ہیں، کہ اس نے ہماری تعظیم میں قصور کیا، لہٰذا ایذا پاتی ہیں۔

اور شیخ الہند علیہ الرحمتہ شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں:

"شاید کہ مراد آنست کہ روح وے ناخوش میدارد، و راضی نیست بتکیہ کردن بر قبر وے از جہت تضمن اہانت و استخفاف را بوے۔"

(ترجمہ) اس کے معنی غالباً یہ ہیں کہ اس کی روح قبر پر تکیہ لگانے سے ناخوش ہوتی ہے کیونکہ اس میں اس کی توہین ہے۔

جب قبر پر تکیہ لگانے سے اہل قبور کی اہانت اور ان کی توہین اور ان کی ترک تعظیم ہوتی ہے، تو اس پر کھیتی کرنے سے اور اس پر مکان بنانے سے تو بطریق اولیٰ ان کی توہین ہوگی، اور ثالثاً یہ کہ ہم میاں معترض نجدی شعار سے پوچھتے ہیں کہ تجھ کو کیسے معلوم ہوا کہ،

کہ میت بالکل مٹی ہو گئی ہے اور اس کی ہڈی بھی باقی نہیں رہی ہے۔
اس واسطے کہ قبر ابھی تک کھودی نہیں گئی ہے اور نہ میت کے مٹی ہونے
کا قرآن اور حدیث میں کوئی وقت مقرر ہوا ہے، کہ اتنی مدت کے بعد
میت کی ہڈیاں بھی مٹی ہو جاتی ہیں بلکہ تجربے سے بارہا مشاہدہ ہوا ہے
کہ کسی بہت پرانی بستی کے اطراف میں کوئی جگہ کھودی جائے تو اس
میں قبور نکلیں جن میں ہڈیاں (بلکہ بعض کے ابدان) اب تک باقی
صحیح وسلامت تھیں، کتبوں سے تین تین چار چار صدیوں کی قبور
معلوم ہوتی تھیں تو بلا دلیل بلا ضرورت شرعی کے کسی ممنوع امر کا کسی
مبہم روایت کی بنا پر مرتکب ہونا ہرگز جائز نہیں ہے۔ اگر معترض پھر
عود کرے اور کہے، کہ بمبئی وغیرہ عظیم شہروں میں قبور کھود کر ان
میں دوسرے اموات دفن کئے جاتے ہیں، تو اگر قبور کھودنے سے
اموات کی توہین ہوتی ہے، تو ان شہروں میں یہ کام کیوں ہوتا ہے
تو جواب اس کا یہ ہے، کہ ان شہروں میں جگہ بہت تنگ ہے قبرستانوں
میں اتنی وسعت نہیں ہے کہ میت کے لئے الگ الگ قبر ہو، لہٰذا اس
ضرورت شدیدہ سے یہ جائز ہے کہ الضرورات تبیح المحظورات
قاعدۂ متفقہ ہے۔

کبیری شرح منیہ میں ہے:

ولا یحفر قبر لدفن
اٰخر مالم یبل الاول

فلم يبق له عظم الا عند
الضرورة بان لم يوجد
مكان سواه الخ

بالجملہ صورت مسئولہ میں قبور کو کھود کر ان پر مکانات بنانا ہمارے حنفی مذہب میں جائز نہیں اور بلاشبہ وشک ایسا کرنے سے اہل قبور کی توہین ہوگی جو جائز نہیں ہے۔

هذا ما عندی والعلم الاتم عند ربی قال بفمه و امر برقمه العبد الفقیر محمد عمر الدین السنی الحنفی القادری الهزاروی عفا الله تعالیٰ عنه۔

جو کچھ مجیب لبیب نے لکھا ہے حق اور صواب ہے۔ چنانچہ خزانۃ الروایۃ میں مرقوم ہے:

فی مفید المستفید عن مفاتیح المسائل واذا صار المیّت ترابا فی القبر یکرہ دفن غیرہ فی قبرہ لان الحرمۃ باقیۃ انتہیٰ۔

اور یہ بھی خزانۃ الروایۃ میں ہے:

لا یجوز لاحدٍ ان یبنی فوق القبور بیتاً او مسجد الان الموضع القبر حق المقبور ولہذا لا یجوز نبشہ انتہی مختصراً

نمقہ الراجی الی رحمتہ ربہ الشکور
عبد الغفور صانہ اللہ عن الآفات والشرور

لله در المجیب حیث اجاب فاجاد واصاب فیما افاد

حررہ المسکین محمد بشیر الدین عفی عنہ

اس فتوے کو دیکھا. فتویٰ صحیح ہے. جواب درست ہے.

حررہ محمد عبد الرشید دہلوی عفی عنہ

الجواب الصحیح محمد افضل المجید عفی عنہ

الجواب صحیح وصواب حررہ
العبد المفتقر مطیع الرسول
عبد المقتدر القادری البدایونی
عفی عنہ

١٣١٧
الرسول قادری
حنفی
محمد عبد المقتدر مطیع

ذلک کذالک محمد فضل احمد البدایونی عفی عنہ

المجیب مصیب

١٣١٨
قادری
محمد ابراہیم

اصاب من اجاب واللہ اعلم بالصواب

محمد حافظ بخش المدرس بالمدرسۃ المحمدیہ ببلدہ بدایوں

بخش حنفی
محمد حافظ

صح الجواب حررہ عبد الرسول محب احمد عفی عنہ
المدرس بالمدرسۃ
بدایوں

محب احمد قادری
عبد الرسول

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ جَعَلَ الْاَرْضَ کِفَاتًا ۝ داکرہ المومنین اَحْیاءً وَّاَمْوَاتًا ۝ وَجَعَلَ مَوْتَھُمْ راحۃً وَّسُبَاتًا ۝ وحرّم اَھانتھم تحریماً بتاتا ۝ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی من سقانا مِنْ فضلہٖ وَفضلتہٖ ماءً فُراتًا ۝ وَّاعطانا فی کلِّ محتجۃ ابلج حُجۃً نقضاً وَّاثباتًا ۝ وابدَ تعظیم المؤمنین ابد الآبدین وَلَمْ یُوقت لہٗ میقاتًا ۝ فجعلھم عظاماً وَّاِنْ صارُوا عظاماً ۝ وحرّم ایذاءھم ولو کانوا رفاتًا ۝ وعلٰی اٰلہٖ وصحبہٖ وَاَھلہٖ وحزبہٖ المکرّمین عند اللّٰہ جمیعاً وَّاشتاتًا

جزی اللّٰہ المجیب خیراً وّیثیب

جامع الفضائل قامع الرذائل حامی السنن ماحی الفتن مولٰنا مولوی محمد عمر الدین جعلہ اللّٰہ کاسمہٖ عمر الدین ولسعیہ درعیہ عمر الدین کا جواب ناہج مناہج صواب کافی ووافی ہے۔ مگر بحکم المامور معذور بنظر تکثیر افاضہ دو وصل مفید کا اضافہ منظور۔ وصل اوّل اس بیانِ مجیب کی تائید وتصویب میں کہ قبور المسلمین کی تعظیم ضرور اور اہانت محظور، اور یہ کہ کیا کیا امور موجب ایذائے اصحاب قبور۔ یہاں اگر سلسلۂ سخن میں بعض امور مذکورہ جواب کا اعادہ ہو، تو غیر محذور کہ تکرّر فرع موجب مزید تاکید وا وقع فی الصدور م والمسک ماکررتہ یتضوع

وصل دوم میں احقاق مرام وازہاق اوہام وتبکیت مخطیان بخاریہ لیام، اور اس امر کا بیان کامل وتام کہ مقابر عام مسلمین میں کوئی وقفی مکان بنانا بھی حرام نہ کہ اپنی سکونت وآرام کا مقام، نیز روایت علامہ زیلعی کی تحقیق انیق۔ اس وصل میں دو فتوے فقیر کی نقل پر قناعت ہے، کہ ان میں بحمد اللہ تعالیٰ کفایت ہے۔ وباللہ التوفیق۔

وَصْلِ اوّل

علمائے کرام کا اتفاق ہے، کہ مسلمان کی عزت مردہ و زندہ برابر ہے۔ محقق علی الاطلاق رحمۃ اللہ تعالیٰ فتح القدیر میں فرماتے ہیں:

الاتفاق علی ان حرمۃ المسلم میتا کحرمتہ حیا۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں:

کسر عظم المیت وایذاہ ککسرہ حیا۔ مردے کی ہڈی کو توڑنا اور اسے ایذا پہنچانا ایسا ہی ہے جیسے زندہ کی ہڈی کو توڑنا۔ رواہ الامام احمد وابوداؤد وابن ماجۃ باسناد حسن عن ام المؤمنین عائشۃ الصدیقۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

یہ حدیث مسند الفردوس میں ان لفظوں سے ہے:

سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

المیّت یؤذیہ فی قبرہٖ ما یؤذیہ فی بیتہٖ۔ مردے کو قبر میں بھی اس بات سے ایذا ہوتی ہے جس سے گھر میں اسے اذیت ہوتی۔

علامہ مناوی شرح میں فرماتے ہیں:

افادان حرمۃ المؤمن بعد موتہٖ باقیۃ۔

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ مسلمان کی حرمت بعد موت کے بھی ویسے ہی باقی ہے۔ سیدنا حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

اذی المؤمن فی موتہٖ کاذاہ فی حیاتہٖ۔ مسلمان مردہ کو ایذا دینا ایسا ہے جیسے زندہ کو۔

رواہ ابوبکر بن شیبۃ۔

علماء فرماتے ہیں:

المیّت یتاذی بما یتاذی بہ الحی۔ جس بات سے زندوں کو ایذا پہنچتی ہے، مردے بھی اس سے تکلیف پاتے ہیں۔ کذا فی ردّ المحتار وغیرہ من معتمدات الاسفار۔

علامہ شیخ محقق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، اشعۃ اللمعات

میں امام علامہ ابو عمر یوسف بن عبد البر سے نقل فرماتے ہیں:

"ازیں جا مستفاد می گردد کہ میت متالم می گردد
بتمام آنچہ متلذذ می شود بداں زندہ" انتہیٰ کلامہ۔

یہاں تک ہمارے علماء نے تصریح فرمائی۔ قبرستان میں جو نیا راستہ نکالا گیا ہو اس میں آدمیوں کو چلنا حرام ہے۔ فی شامیۃ عن الطحطاویۃ آخر کتاب الطہارۃ نصوا علی ان المرور فی سکۃ حادثۃ فیہا حرام۔

اور فرماتے ہیں:

"مقبرے کی گھاس (سبز) کاٹنا مکروہ ہے کہ جب تک وہ (گھاس سبز) تر رہتی ہے، اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے۔ اس (سبز گھاس) سے اموات کا دل بہلتا ہے اور ان پر رحمت الٰہی کا نزول ہوتا ہے۔ ہاں خشک گھاس کاٹ لینا جائز ہے مگر وہاں سے تراش کر جانوروں کے پاس لے جائیں اور یہ ممنوع ہے کہ انھیں گورستان میں چرنے چھوڑ دیں

فی جنائز رد المحتار	رد المحتار کے جنائز میں ہے
یکرہ ایضاً قطع النبات	کہ تر گھاس کا مقبرے سے
الرطب والحشیش من المقبرۃ	کاٹنا، خشک کا نہیں مکروہ
دون الیابس کما فی البحر	ہے جیسا کہ بحر اور شرح
والدرر وشرح المنیۃ	منیہ میں ہے اور امداد میں

وعلله فی الامداد بانه مادام رطباً یسبح اللہ تعالیٰ فیونس المیت و تنزل بذکرہ الرحمۃ ونحوہ فی الخانیۃ انتھیٰ وفی العلمگیریۃ عن البحر الرائق لوکان فیہا حشیش یحش ویرسل الی الدواب ولا ترسل الدواب فیہا اھ

اس کی وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ جب تک وہ تر رہتی ہے اللہ کی تسبیح کرتی رہتی ہے جس سے میت کو انس حاصل ہوتا ہے اور اس کے ذکر کی وجہ سے رحمت نازل ہوتی ہے اور خانیہ میں بھی اسی طرح ہے انتھیٰ، اور علمگیریہ میں بحر الرائق سے ہے کہ اگر قبرستان میں خشک گھاس ہو تو کاٹ کر لائی جاسکتی ہے مگر جانور اس میں نہ چھوڑے جائیں۔

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو مقابر میں جوتا پہنے چلتے دیکھا۔ ارشاد فرمایا:

"ہائے کم بختی تیری اے طائفی جوتے والے۔ پھینک اپنی جوتی۔"

اخرج الائمۃ ابوداؤد والنسائی والطحاوی وغیرہم عن بشیر بن الخصاصیۃ واللفظ للامام الحنفی

ابوداؤد، نسائی، اور طحاوی وغیرہم نے بشیر بن خصاصیہ سے روایت کی اور لفظ امام حنفی کے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رأى رجلاً یمشی بین القبور فی نعلین۔ فقال ویحك یا صاحب السبتتین الق سبتیتیك اھ السِبتہ بکسر المھملة وسکون الموحدة ھی التی لا شعر فیھا۔ قال القاضی عیاض کان من عادة العرب لبس النعال بشعرھا غیر مدبوغة۔ وکانت المدبوغة تعمل بالطائف وغیرہ الخ۔

نے ایک شخص کو قبروں کے درمیان جوتیاں پہن کر چلتے ہوئے دیکھا تو فرمایا خرابی ہو تیری اے جوتیوں والے اپنی جوتیاں آتار دے۔ سبتہ مہملہ کے کسرہ اور سکون بار سے وہ چمڑا جس میں بال نہ ہوں قاضی عیاض نے فرمایا، عرب والے کچے چمڑے کے مع بالوں کے جوتے پہنا کرتے تھے اور پکائے ہوئے چمڑے کے جوتے طائف وغیرہ میں بنائے جاتے تھے۔

فاضل محقق حسن شرنبلالی اور ان کے استاذ علامہ محمد بن احمد حموی فرماتے ہیں:

"چلنے میں جو آواز کفش پا سے پیدا ہوتی ہے، اموات کو رنج دیتی ہے۔"

حیث قال فی

اس لئے کہ مراقی الفلاح

اخبرنی شیخی العلامة محمد بن احمد الحموی الحنفی رحمة اللہ تعالیٰ بانھم یتاذون بتحقق النعال انتھی اھ اقول ووجھہ ماسیاتی عن العارف الترمذی رحمة اللہ تعالیٰ :

میں کہا کہ مجھے خبر دی میرے شیخ علامہ محمد بن احمد حموی حنفی رحمہ اللہ نے کہ مردے جوتیوں کی پھپل سے تکلیف محسوس کرتے ہیں۔ میں کہتا ہوں اس کی دلیل عنقریب عارف ترمذی سے منقول ہو کر آئے گی۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

لان یجلس احدکم علے جمرۃ فتحرق ثیابہ نتخلص الی جلدہ خیر لہ من ان یجلس علے قبر۔

بیشک آدمی کو آگ کی چنگاری پر بیٹھا رہنا یہاں تک کہ وہ اس کے کپڑے جلا کر جلد تک توڑ جائے، اس کے لئے بہتر ہے اس سے کہ قبر پر بیٹھے۔ رواہ مسلم وابوداؤد والنسائی وابن ماجۃ عن سیدنا ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

عمارہ بن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں :

مجھے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک قبر پر بیٹھے دیکھا، ارشاد فرمایا : او قبر پر بیٹھنے والے! قبر سے اتر آ۔ صاحب قبر کو ایذا نہ دے، نہ وہ تجھے ایذا دے۔

اخرج الطحاوی فی معانی الاثار والطبرانی فی المعجم الکبیر بسندٍ حسن والحاکم وابن مندۃ عن عمارۃ بن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، قال رآنی رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جالساً علیٰ قبرٍ فقال یاصاحب القبر انزل من علی القبر لا تؤذی صاحب القبر ولا یوذیک ولفظ امام الحنفی فلا یوذیک ۔

طحاوی نے معانی الآثار میں اور طبرانی نے معجم کبیر میں بسند حسن اور حاکم اور ابن مندہ نے عمارہ بن حزم سے روایت کی کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک قبر پر بیٹھے دیکھا تو فرمایا، اے قبر پر بیٹھنے والے قبر سے اتر اور قبر والے کو تکلیف نہ دے اور نہ وہ تجھے تکلیف نہ دے اور امام حنفی کے لفظ یہ ہیں فلا یوذیک ۔

اور امام احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی مسند میں یوں روایت کیا:

عمرو بن حزم کو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایک قبر سے تکیہ لگائے دیکھا، فرمایا:

لا تؤذِ صاحب القبر کما فی المشکوٰۃ قلت

صاحب قبر کو ایذا نہ دے. جیسے مشکوٰۃ میں ہے

وھذا الحدیث لا یلائمہ	میں کہتا ہوں اس حدیث
تاویل الامام ابی جعفر	سے امام ابوجعفر کی تاویل
والنھی عن شیٔ لا ینافی	مناسبت نہیں رکھتی ہے
النھی عن اعم منہ	اور کسی چیز سے روکنا اس چیز
فافھم ؕ	سے عام روکنے کو مستلزم
	نہیں ۔

شیخ محقق رحمتہ اللہ علیہ شرح میں فرماتے ہیں :

" شاید کہ مراد آنست ، کہ روح وے ناخوش میدارد
وراضی نیست بہ تکیہ کردن بر قبر وے جہت تضمن
وے اہانت واستخفاف را بوے " اھ

ترجمہ ۔

شاید مراد یہ ہے کہ اس کی روح ناراض ہوتی ہے
اپنی قبر پر تکیہ لگانے کی وجہ سے اہانت محسوس کرتی ہے ۔

اقول ۔ اس توجیہہ پر امام علامہ محدث عارف باللہ حکیم الامتہ سیدی محمد بن علی ترمذی قدس سرہٗ نے جزم فرمایا ۔ تصریح فرماتے ہیں کہ :

" ارواح کو ان کی بے حرمتی وتنقیص شان معلوم ہوجاتی ہے لہٰذا ایذا پاتی ہیں ۔ "

سیدی عبد الغنی	عبد الغنی نے حدیقہ میں

فی الحدیقة عن نوادر الاصول معناہ ان الارواح تعلم بترک اقامة الحرمة والاستہانة فتتاذی بذالک اھ

نوادر سے نقل کرتے ہوئے فرمایا، اس کے یہ معنی ہیں کہ ارواح اپنی اہانت و ذلت کو محسوس کرتی ہیں اور اس سے انھیں ایذا ہوتی ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لان امشی علی جمرة او سیف او اخصف نعلی برجلی احب الیّ من ان امشی علی قبر ؂

البتہ چنگاری یا تلوار پر چلنا یا جوتا پاؤں سے گانٹھنا مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ کسی قبر پر چلوں۔

رواہ ابن ماجة عن عقبة بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ واسنادہ جید کما افاد المنذری۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

لان اطاء علی جمرة احب الیّ من ان اطاء علی قبر مسلم ؂

بے شک مجھے آگ پر پاؤں رکھنا زیادہ پیارا ہے مسلمان کی قبر پر پاؤں رکھنے سے۔

رواہ الطبرانی فی الکبیر باسناد حسن قالہ امام عبدالعظیم

ان ہی صحابی اجل سے کسی نے قبر پر پاؤں رکھنے کا مسئلہ پوچھا۔ فرمایا:

کما اکرہ اذی المومن

میں جس طرح مسلمان کی ایذا

فی حیاته فانی اکره اذاه بعد موته۔

اس کی زندگی میں مکروہ جانتا ہوں، یوں ہی بعد موت اس کی ایذا کو ناپسند کرتا ہوں۔ اخرجه سعید بن منصور فی سننه کما فی شرح الصدور۔

اقول: وهذه الاحادیث تؤید ما اخترنا وتؤذن ان تاویل ابی جعفر رحمه الله تعالی لیس فی محله فیما فی عامة الکتب نأخذ لاعتضادها بنصوص الاحادیث ولانه علیه الاکثر قد نصوا ان العمل بما علیه الاکثر وانه لا یعدل عن روایة ما وافقتها درایة فکیف اذا کان هو الاشهر الاظهر الاکثر الازهر وبهذا یضعف ما زعم العلامة البدر فی العمدة

میں کہتا ہوں، ان احادیث سے معلوم ہوا کہ جو بات ہم نے اختیار کی ہے وہ درست ہے اور ابو جعفر رحمہ اللہ کی تاویل برمحل نہیں، لہٰذا ہم وہ مسلک اختیار کرتے ہیں جو عام کتب میں ہے، کیونکہ اسے احادیث کی صراحت سے تقویت حاصل ہے اور اس لئے بھی کہ اکثر کا یہی قول ہے اور علماء نے صراحت کردی ہے کہ عمل اس پر ہوگا جس پر اکثریت ہوگی اور اس روایت سے عدول نہیں کیا جاتا ہے جو درایت کے مطابق ہو، تو پھر اس سے

فتبصر ؛ عدول کا جواز کیا ہوگا جو اشہر، اظہر، اکثر اور واضح ہے اور اسی سے علامہ بدر کا زعم عمدہ میں ضعیف قرار پاتا ہے، تو غور کیجیے۔

ان ہی احادیث سے ہمارے علمار رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہم، نے بے ضرورتؔ قبر پر چلنے اور اس پر بیٹھنے اور پاؤں رکھنے سے منع فرمایا، کہ یہ سب حرمت مومن کے خلاف ترک ادب و گستاخی ہے۔

ففی النوادر والتحفۃ والبدائع والمحیط وغیرھا ان ابا حنیفۃ کرہ وطا القبر والقعود والنوم وقضاء

تو نوادر، تحفہ اور بدائع اور محیط وغیرہ میں ہے کہ ابو حنیفہ نے قبر کا روندنا، بیٹھنا، سونا، اس پر قضائے حاجت کرنا مکروہ

لہ قولہ، بے ضرورت۔ ضرورت کی صورت مثلاً قبرستان میں میت کے لئے قبر کھودنے یا دفن کرنے جانا چاہتے ہیں، بیچ میں قبریں حائل ہیں اس کے لئے اجازت ہے، پھر بھی جہاں تک بن پڑے بچتے ہوئے جائیں اور ننگے پاؤں ہوں، ان اموات کی دعا و استغفار کرتے جائیں۔ ف حاشیۃ العلامۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح عن شرح المشکوٰۃ الوطا لحاجۃ کدفن المیت لایکرہ اھ وعن الشرح فان لم یکن لہ طریق الا علی القبر جاز لہ المشی علیہ للضرورۃ ۱۲ منہ

الحاجة علیه کذا نقل العلامة ابن امیر الحاج فی الحلیة۔

اقول۔ والکراهة عند الاطلاق کراهة تحریم کما صرحوا به مع ما یفیده من النهی الوارد فی الاحادیث معللاً بالایذاء والایذاء حرام فهذا ما ندین الله تعالیٰ به وان قیل وقیل ؛

کہا ہے۔ اسی طرح ابن امیر الحاج نے حلیہ میں نقل کیا۔

میں کہتا ہوں جب کراہت مطلق ہو تو مراد کراہت تحریم ہوتی ہے جیسا کہ فقہاء نے تصریح کی ہے، پھر اس نہی سے بھی تائید ہوتی ہے جو احادیث میں ایذا کی علت سے معلل ہے اور ایذا حرام ہے، پس دیانت داری کی بات یہی ہے اب خواہ کوئی کچھ کہتا رہے۔

حاشیہ طحطاوی علی شرح نور الایضاح میں سراج وہاج سے ہے:

ان لم یکن له طریق الا علی القبر جاز له المشی علیه للضرورة اھ اقول: وهذا ایضاً دلیل علی

اگر قبر پر ہی سے راستہ ہو تو اس پر چلنا ضرورتاً جائز ہے۔" میں کہتا ہوں، اس سے بھی ثابت کہ ہمارا قول کراہتِ تحریمی کا درست

ما اخترنا من کراھۃ التحریم فان المفھوم المخالف معتبرٌ فی الروایات وکلام العلماء بالاتفاق فافادان المشی لایجوز بلاضرورۃ ومالایجوز فادناہ کراھۃ التحریم۔

ہے، کیونکہ مفہوم مخالف روایات اور کلام علماء میں بالاتفاق معتبر ہے، تو معلوم ہوا کہ ضرورت کے وقت چلنا جائز ہے، ورنہ کم از کم مکروہ تحریمی ہے۔

سیدی عبدالغنی نابلسی حدیقہ ندیہ میں فرماتے ہیں:

قال الوالد رحمہ اللہ تعالیٰ فی شرحہ علی الدرو یکرہ ان یوطاء القبر لما روی عن ابن مسعود الخ وذکر اثر الذی رویناہ۔

والد صاحب نے درر کی شرح میں فرمایا کہ قبر کا روندنا مکروہ ہے کیونکہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے پھر آپ نے وہی اثر روایت کیا جو ہم روایت کر چکے ہیں —

اور محیط سے نقل فرمایا کہ:

یکرہ ان یطاء علی القبر یعنی بالرجل ویقعد علیہ اھ قولہ یعنی بالرجل قلت

قبر کو پیروں سے روندنا اور اس پر بیٹھنا مکروہ ہے۔ پیروں سے روندنے کی تشریح اس لئے کر دی کہ جماع پر محمول نہ کیا جائے

فسّر بذالک لئلاّ یحمل علی الجماع :: **اقول :** ویکرہ ایضاً بل اشد لمافیہ من زیادۃ الاستخفاف کالوطا علیٰ سطح المسجد مع الدّلالۃ علیٰ تناھی القلب فی تناسی الموت فکان الحمل علی الوطا بالرجل لیکون ادخل فی النھی عن الوطا بمعنی الاجماع بطریق دلالۃ النص لا لانہ غیر مکروہ ھکذا ینبغی ان یفھم

اور جامع الفتاویٰ سے لائے: انہ التراب الذی علیہ حق المیّت فلا یجوز ان یوطا

اور مجتبیٰ سے لائے: انّ المشی علی القبور یکرہ

اور شرعۃ الاسلام وشرح شرعۃ سے:

میں کہتا ہوں، جماع بھی مکروہ ہے بلکہ اس کی کراہت زائد ہے کیونکہ اس میں زیادہ توہین ہے، جیسے مسجد کی چھت پر وطی کرنا، پھر اس میں موت کا بھول جانا بھی شامل ہے، لہذا پیروں سے روندنے پر محمول کرنا اس لئے ہے تاکہ جماع کی ممانعت پر بطریق دلالت النص دلالت کرے۔ یہ مطلب نہیں کہ وطی مکروہ نہیں، اس طرح سمجھنا چاہئے۔ اور جامع الفتاوے سے نقل کیا، کہ یہ وہ مٹی ہے جس پر میت کا حق ہے لہذا اس کو روندنا جائز نہیں اور مجتبیٰ میں ہے، قبروں پر چلنا مکروہ ہے شرعۃ الاسلام اور اس کی شرح میں ہے: سنت یہ ہے کہ جوتوں سے قبریں نہ روندی جائیں

من السنه ان لا يطاء القبور
فى نعليه فان النبى صلى
الله تعالىٰ عليه وسلم
كان يكره ذالك الخ
اور امام شمس الائمہ، حلوائی سے
انه قال يكره۔ اور امام علی
ترجمانی سے۔ قال ياثم
بوطا القبور لان سقف
القبر حق الميت اھ اقول
وهذا نص على ما اخترنا
من كراهة التحريم اذ
لا اثم فى المكروه تنزيها
لان مرجعه الى خلاف
الاولى ولانه ربما تعمده
النبى صلى الله تعالى عليه
وسلم بيانا للجواز والنبى
معصوم عن تعمد الاثم
ولان الاثم لا يجوز فلا
معنى لبيان الجواز

کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسے
مکروہ سمجھتے تھے اور شمس الائمہ
حلوائی نے کہا کہ یہ مکروہ ہے،
اور امام علی ترجمانی سے ہے کہ
قبروں کے روندنے سے
گناہگار ہوگا کیونکہ قبر کی چھت
میّت کا حق ہے۔ میں کہتا
ہوں یہ بھی ہمارے اختیار کردہ
قول کراہت تحریمہ کی صراحت
کرتا ہے کیونکہ مکروہ تنزیہی میں
کوئی گناہ نہیں ہوتا، وہ صرف
خلاف اولیٰ ہے کیونکہ، حضور
صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان جواز
کے لئے قصداً ایسا کیا اور نبی
قصداً گناہ کرنے سے معصوم ہوتا
ہے۔ پھر گناہ جائز نہیں ہوتا تو
بیان جواز کے کیا معنی؟ پھر
اباحت کے ساتھ مجتمع ہوتا ہے
جیسا کہ اشرتبہ ردالمحتار ابی السعود

ولانهم صرحوا انه يجامع
الاباحة كما في اشربة
رد المحتار لابي السعود و
المعصية لاتجامعها
ولانهم يعبرون عنها
بنفي الباس واي باسٍ
اعظمُ من الاثم ولان
الموثم واجب الترك
وما وجب تركه كان فعله
مقارب الحرام وهذا معنى
كراهة التحريم ولانهم
نصوا ان فاعل المكروه
تنزيها لايعاقب اصلاً كما
في التلويح مع ما اعتقدنا
ان الله تعالى ان يعاقب
على كل جريرة ولو
صغيرة فهذه بحمد الله
تعالى سبعة
دلائل ناطقة بان

ہے، اور معصیت اس کے ساتھ
مجتمع نہیں ہوتی ہے، پھر وہ اس
کی تعبیر نفی باس سے کرتے ہیں اور
گناہ سے بڑھ کر کون باس عظیم ہوگا
اور اس لئے کہ گناہگار بنانے والی
چیز واجب الترک ہے اور جس چیز
کا ترک واجب ہو اس کا فعل
حرام کے قریب ہوگا اور یہی معنی
کراہت تحریم کے ہیں اور اسلئے
بھی کہ فقہار نے تصریح کر دی ہے
کہ مکروہ تنزیہی کے فاعل پر بالکل
گناہ نہ ہوگا جیسا کہ تلویح میں ہے
اس کے ساتھ ہی ہم یہ اعتقاد بھی
رکھتے ہیں کہ اللہ چھوٹے سے چھوٹے
جرم پر سزا دے سکتا ہے۔ یہ
سات دلائل ہیں، جن سے معلوم
ہو کہ بعض حضرات نے حقہ پینے
کے سلسلے میں مکروہ تنزیہی
کو صغائر سے بتا کر فاحش غلطی

ما وقع عن بعض[1] ابناء
الزمان فی رسالة
شرب الدخان من
ان المکروہ تنزیہا
من الصغائر غلط فاحش
وخطاء عظیم نعم قد
صرح البحر فی بحرہ ان
المکروہ تحریما منها
فتثبت ولا تخبط۔

نور الایضاح اور اس کی
شرح مراقی الفلاح میں ہے
ع۱ فصل فی زیارة القبور
ندب زیارتها من غیر
ان یطأ القبور۔ اسی میں
ہے ع۲ کرہ وطؤها
بالاقدام لما فیه
من عدم الاحترام

کی ہے۔ البتہ صاحب بحر
نے تصریح کی ہے کہ مکروہ
تحریمی صغائر سے ہے۔

ع۱ فصل زیارت قبور کے
بیان میں ہے زیارت قبور
مستحب ہے مگر قبریں
نہ روندی جائیں۔

ع۲ قبروں کو پیروں سے روندنا
مکروہ ہے کیونکہ اس میں
بے حرمتی ہے، قاضی خاں
نے کہا کہ اگر کسی شخص نے
قبرستان میں کوئی راستہ دیکھا
جس کے بارے میں اسے
گمان ہے کہ یہ لوگوں نے بنالیا
ہے تو وہ اس پر نہ چلے اور
اگر اس کے دل میں اس قسم
کا خیال نہ پیدا ہو تو چلنے میں

لہ هو المولوی عبد الحیّ اللکنوی ۱۲

وقال قاضی خان لو وجد طریقا فی المقبرة وھو یظن انہ طریق احدثوہ لا یمشی فی ذالک و ان لم یقع فی ضمیرہ لا بأس بان یمشی فیہ اھ ملخصاً۔

اقول وھذا ایضاً دلیل ما اخترناہ فانہ علق نفی البأس ان لا یقع فی قلبہ انہ طریق علی قبر فافاد وجود البأس فیما اذا وقع ذلک فی نفسہ وایضاً قد تقدم التصریح بالحرمة عن الشامی والطحطاوی عن علمائنا رحمھم اللہ تعالٰی۔

مضائقہ نہیں۔

میں کہتا ہوں کہ یہ بھی ہمارے قول کی دلیل ہے، کیونکہ اس میں جواز کی صورت دل میں اس خیال کا نہ آنا ہے کہ یہ راستہ قبروں پر بنایا گیا ہے، جس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ اگر اس کے دل میں اس قسم کا خیال پیدا ہو تو کچھ مضائقہ نہیں ہے پھر شامی اور طحطاوی جو ہمارے علماء ہیں، ان سے منقول شدہ تصریحات پہلے گذر چکی ہیں۔

علامہ اسمٰعیل نابلسی حاشیہ درر وغرر میں فرماتے ہیں:

لاباس بزیارۃ القبور والدعاء للاموات ان کانوا مومنین[1] من وطاء القبور کمافی البدائع والملتقط اھ

قبروں کی زیارت اور ان کے حق میں دعا کرنے میں حرج نہیں بشرطیکہ قبریں نہ روندی جائیں جیسا کہ بدائع اور ملتقط میں ہے۔

طریقۂ محمدیہ میں ہے:

من آفات الرجل المشی علی المقابر اھ

پیر کی آفتوں میں سے قبروں کا روندنا ہے۔

امام علامہ محقق علی الاطلاق ان لوگوں پر اعتراض فرماتے ہیں جن کے اعزا و اقربا کے گرد مخلوق دفن ہے، وہ ان قبروں کو روندتے ہوئے اپنے عزیزوں کی گور تک جاتے ہیں، انھیں چاہیئے کنارِ گورستان سے زیارت اور دعا کرلیں اور ان کی قبروں کے قریب نہ جائیں:

فقد قال فی الفتح یکرہ الجلوس علی القبر ووطؤہ فما یصنعہ من دفنت حول اقاربہ خلق من وطاء تلک القبور

چنانچہ فتح میں کہا، قبر پر بیٹھنا اور اس کو روندنا مکروہ ہے تو وہ لوگ جن کے رشتہ داروں کے گرد دوسروں کی قبریں ہوں ان کا ان

---

[1] علی صیغۃ المفعول ای آمنین ۱۲

الیٰ ان یتصل الی قبر قریبہ مکروہ اھ — قبروں کو روندنا مکروہ ہے۔

امام محدث حافظ الحدیث ابوبکر بن ابی الدنیا حضرت ابوقلابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی:

اقبلت من الشام الی البصرۃ فنزلت الخندق فتطہرت وصلیت رکعتین باللیل ثم وضعت راسی علی قبر فنمت . ثم انتبھت فاذا بصاحب القبر یشتکی ویقول لقد اذیتنی منذ اللیلۃ الخ — یعنی میں ملک شام سے بصرہ کو آتا تھا۔ رات کو خندق میں اترا، وضو کیا، اور دو رکعت نماز پڑھی۔ پھر ایک قبر پر سر رکھ کر سو رہا، جب جاگا تو ناگاہ سنا، کہ صاحب قبر شکایت کرتا اور فرماتا ہے کہ تو نے رات بھر مجھے ایذا پہنچائی۔

ابن ابی الدنیا اور امام بیہقی دلائل النبوۃ میں حضرت ابوعثمان نہدی، وہ مینا تابعی سے راوی:

"میں مقبرے میں گیا، دو رکعت پڑھ کر لیٹ رہا۔ خدا کی قسم! میں خوب جاگ رہا تھا، کہ سنا، صاحب قبر کہتا ہے:

قم فقد اذیتنی — اٹھ کہ تو نے مجھے ایذا دی۔

امام حافظ ابو مندہ قاسم بن مخیمرہ سے راوی:

"کسی شخص نے ایک قبر پر پاؤں رکھا، قبر سے آواز آئی:

الیك عنی ولا تؤذنی — اپنی طرف ہٹ (دور ہو) اے شخص میرے پاس سے اور مجھے ایذا نہ دے۔

ذکرھما العلامۃ السیوطی فی شرح الصدور

اقول، وفیھما تائید لما علیہ عامۃ علمائنا خلافا للامام ابی جعفر ومن تابعہ من بعض المتاخرین۔

اور اس فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ نے حضرت سیدی ابو الحسین نوری مدظلہ العالی سے سنا، کہ ہمارے بلاد میں مارہرہ مطہرہ کے قریب ایک جنگل میں گنج شہیداں ہے، کوئی شخص اپنی بھینس لئے جاتا تھا ایک جگہ زمین نرم تھی، ناگاہ بھینس کا پاؤں جا رہا، معلوم ہوا یہاں قبر ہے۔ قبر سے آواز آئی:

اے شخص تو نے مجھے تکلیف دی، تیری بھینس کا پاؤں میرے سینے پر پڑا۔ فیھا قصۃ لطیفۃ تدل علی عظیم قدرۃ اللہ تعالیٰ وعجیب صنعہ فی الشھداء۔

اب بحمد اللہ تعالیٰ حکم مسئلہ مثل آفتاب روشن ہوگیا، جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے قبر پر بیٹھنے اور اس سے تکیہ

لگانے اور مقابر میں جوتا پہن کر چلنے والوں کو منع فرمایا، اور علماء نے اس خیال سے کہ قبور پر پاؤں نہ پڑے، گورستان میں جو راستہ جدید نکالا گیا ہو اس میں چلنے کو حرام بتایا اور حکم دیا کہ قبر پر پاؤں نہ رکھیں بلکہ اس کے پاس نہ سوئیں۔ سنت یہ ہے کہ زیارت میں بھی وہاں نہ بیٹھیں بلکہ بہتر یہ ہے کہ زیارت میں بھی وہاں نہ بیٹھیں۔ دور ہی سے زیارت کر آئیں اور قبرستان کی خشک گھاس اگرچہ جانوروں کو کھلانا جائز فرمایا مگر یوں کہ یہاں سے کاٹ کر لے جائیں نہ کہ جانوروں کو مقابر میں چرائیں اور تصریح فرمائی کہ مسلمان کی عزت مردہ و زندہ برابر ہے اور جس بات سے زندوں کو ایذا پہنچتی ہے مردے بھی اس سے تکلیف پاتے ہیں اور انھیں تکلیف دینا حرام تو خود ظاہر ہوا کہ یہ فعل مذکور فی السوال کس قدر بے ادبی اور گستاخی و باعث گناہ و استحقاق عذاب ہے۔ جب مکان سکونت بنایا گیا تو چلنا پھرنا، بیٹھنا لیٹنا، قبور کو پاؤں سے روندنا۔ ان پر پاخانہ پیشاب، جماع سب ہی کچھ ہوگا اور کوئی دقیقہ بے حیائی اور اموات مسلمین کی ایذا رسانی کا باقی نہ رہے گا۔ والعیاذ باللہ رب العالمین ۝

علماء فرماتے ہیں، جہاں چالیس مسلمان جمع ہوتے ہیں ان میں، ایک ولی اللہ ضرور ہوتا ہے، کما صرح بہ العلامۃ المناوی رحمہ اللہ تعالیٰ فی التیسیر شرح الجامع الصغیر۔

اور ظاہر ہے کہ مقابر مسلمین میں صدہا مسلمانوں کی قبریں ہوتی ہیں بلکہ خدا جانے ایک ایک قبر میں کس کس قدر دفن ہیں تو بالضرورت ان

میں بندگان مقبول بھی ضرور ہوں گے بلکہ اس امر کی اموات میں زیادہ امید ہے کہ بہت بندے خدا کے جو زندگی میں آلودۂ گناہ تھے بعد موت پاک و طیب ہو گئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الموت کفارۃ لکلِ مسلمٍ — موت کفارہ گناہ ہے ہر سنی[1] مسلمان کے لئے۔

---

[1] فائدہ جلیلہ۔ محاورۂ قرآن و حدیث میں مومن و مسلم خاص اہل سنت کو کہتے ہیں، کہ زمانۂ نزول قرآنِ عظیم وارشاد احادیث کریمہ میں صرف اہل حق اہل سنت جماعت ہی تھے۔ اس زمانۂ برکت نشان میں کسی بدمذہب ومبتدع کا ہونا محال تھا، کہ بدمذہبی شبہ و تاویل سے پیدا ہوتی ہے جسے یقین قطعی سے بدلنے والے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں جلوہ فرما تھے۔ اگر شبہ گذرتا، حضور کشف فرماتے، شبہ والا مانتا، تو سنی ہوتا، نہ مانتا تو کافر ہو جاتا۔ یہ بیچ کی شق وہاں ممکن ہی نہ تھی ولہٰذا آیۂ کریمہ ویتبع غیر سبیل المومنین سے جب علماء نے حجیت اجماع پر استدلال کیا، تصریح فرما دی کہ مبتدعین کا اتفاق اجماع میں ملحوظ نہیں، کہ مومنین سے مراد امت اجابت ہیں۔ مبتدعین امت اجابت نہیں۔ امت دعوت ہیں۔ دیکھو توضیح و تلویح بحث اجماع وغیرہ۔ یہ فائدہ نفیسہ یاد رکھنے کا ہے کہ انما المومنون اخوۃ وغیرہا آیات و احادیث میں مومنین سے اہلسنت ہی مراد ہیں۔ انھیں کے باہم اتفاق واتحاد کا حکم ہے۔ ندوۃ خذلہا اللہ تعالیٰ کی تعمیم اور تمام گمراہوں۔ بدمذہبوں سے اتحاد وداد کی تعلیم سب بے دینوں کی تکریم و تعظیم پر ان نصوص کو پیش کرنا محض بددینی اور ضلالت ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ ۱۲ منہ

اخرجہ ابو نعیم والبیہقی فی شعب الایمان عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال السیوطی صححہ ابن العربی

اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا۔ فاجر معلن کے فسق وفجور کا اس کی زندگی میں اعلان کیا جائے تاکہ لوگ اس احتراز کریں:

اخرج ابن ابی الدنیا فی ذم الغیبۃ والترمذی فی النوادر والحاکم فی الکنی والشیرازی فی الالقاب وابن عدی فی الکامل والطبرانی فی الکبیر و البیہقی فی السنن والخطیب فی التاریخ کلھم عن الجارود عن بھز بن حکیم عن ابیہ عن جدہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اترعون عن ذکر الفاجر متی یعرفہ الناس اذکروا الفاجر بما فیہ یحذرہ الناس:

ابن ابی الدنیا نے ذم غیبت میں اور ترمذی نے نوادر میں اور حاکم نے کنی میں اور شیرازی نے القاب میں اور ابن عدی نے کامل میں اور طبرانی نے کبیر میں اور بیہقی نے سنن میں اور خطیب نے تاریخ میں، سب نے جارود سے جارود نے بہز بن حکیم سے انھوں نے اپنے باپ سے اور ان کے دادا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ کیا تم فاجر کا ذکر کرنے سے ڈرتے ہو، لوگ اسے کب پہچانیں گے؟ فاجر کی برائیاں بیان کرو، تاکہ لوگ اس سے بچیں۔

اور بعد موت کیسا ہی فاسق فاجر ہو، اس کے برا کہنے اور اس کی برائیاں ذکر کرنے سے منع فرمایا، کہ وہ اپنے کئے کو پہنچ گیا۔

اخرج الامام احمد والبخاری والنسائی عن امّ المومنین الصدیقة رضی اللّٰه تعالیٰ عنها عن النبی صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلّم قال لا تسبوا الاموات فانهم قد افضوا الی ما قدموا۔ واخرج ابوداؤد والترمذی والحاکم والبیهقی عن ابن عمر رضی اللّٰه تعالیٰ عنهما عن النبی صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم اذکر محاسنَ موتاکم وکفّوا عن مساویهم واخرج النسائی بسند جیدٍ عن عائشة رضی اللّٰه تعالیٰ عنها عن النبی صلی اللّٰه تعالیٰ

امام احمد، بخاری اور نسائی نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ تم مُردوں کو برا نہ کہو، کیونکہ انھوں نے جو کچھ کیا تھا وہ اس کی جزا کو پہنچے اور ابوداؤد، ترمذی، حاکم اور بیہقی نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ تم اپنے مردوں کی خوبیاں بیان کرو اور ان کی برائیوں سے درگذر کرو اور نسائی نے بسند جید عائشہؓ سے روایت کی اور انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ تم اپنے مردوں کو بھلائی سے ہی یاد کرو،

علیہ وسلم لا تذکروا

ھلکاکم الا بخیر ؎

بعد اس اطلاع کے بھی اگر ایسے اشخاص اپنی حرکت سے باز نہ آئیں تو اب ان کی گستاخیاں عوام مومنین کے ساتھ ہی نہیں بلکہ حضرات اولیائے کرام کے ساتھ بھی ہوں گی، اور اشد و اعظم مصیبت اس کی، جو اولیار کی جناب رفیع میں گستاخ ہو۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اللہ جل جلالہٗ فرماتا ہے:

من عادی لی ولیاً فقد اذنتہ بالحرب — جو میرے کسی ولی سے دشمنی باندھے میں نے اس سے لڑائی کا اعلان کر دیا۔ رواہ الامام البخاری عن سیدنا ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اقول وکفی بالجامع الصحیح حجۃً۔

غرض ان لوگوں پر ضرور ہے کہ اپنے حال سقیم پر رحم کریں، اور خدائے جبار قہار جل جلالہٗ کے انتقام سے ڈریں اور مسلمانوں کی اموات کو ایذا نہ پہنچائیں۔ آخر انھیں بھی اپنے امثال کی طرح ایک دن زمین میں جانا اور بے کس بے بس ہو کر پڑنا ہے، جیسا آج یہ لوگوں کے ساتھ پیش آتے ہیں ویسا ہی اور لوگ کل ان کے ساتھ کریں گے۔

عنہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کما تدین تدان (جیسا کرو گے۔ ویسا بھرو گے) اخرجہ ابن عدی فی الکامل

عن ابن عمر واحمد فی المسند عن ابی الدرداء و عبد الرزاق فی الجامع عن ابی قلابۃ مرسلا وھو عند الآخرین قطعۃ حدیث قلت ولہ شواھد جمۃ وھو من جوامع کلمہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اللہ تعالیٰ کی طرف شکوے کہ یہ بلا ان جاہلوں میں ان اجہلوں کی پھیلائی ہوئی ہے، جنھوں نے اموات کو بالکل پتھر سمجھ لیا کہ مر گئے اور خاک ہو گئے۔ نہ اب کچھ سنیں، نہ سمجھیں۔ نہ کسی چیز سے ایذا یا راحت پائیں اور جہاں تک بن پڑا قبور مسلمین کی عظمت قلوب عوام سے چھیل ڈالی۔

فَاِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ○

وصلِ دوم

فتوائے	بسمِ اللہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ	اُولیٰ

مسئلہ :

از کلکتہ امرتلالین نمبر ۸ ۔ مرسلہ حاجی لعل خاں صاحب دبار دوم بلفظہ از کانپور بازار نیا گنج کمپنی دادو جی دادا بھائی سورتی مرسلہ عبدالرحیم صاحب ۔ ۲۰ ربیع الاول شریف ۱۳۲۱ھ ۔

مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین رحمہم اللہ تعالیٰ اس مسئلے میں کہ ایک طرف چند پرانی قبریں پائی جاتی ہیں اور باقی ایک تہائی میدان پڑا ہوا ہے اور وہاں کے عمر رسیدہ قریب اسّی سے سو برس کے بزرگوں سے تحقیق کرنے پر وہ کہتے ہیں کہ ہم لوگوں کے ہوش سے ہم لوگوں

کے جاننے میں کسی حصہ اس سطح زمین میں کوئی میت دفن نہیں ہوئی ہے۔ اس پر چند مسلمانان عالی ہمت نے اس تہائی خالی سطح زمین پر مدرسہ اور کتب خانہ بنانے کے لئے حاکم وقت سے درخواست کی۔ تحقیقات کرنے کے بعد کہ وہاں کوئی قبر نہیں ہے، حاکم نے اجازت دے دی۔ ان حضرات نے مدرسہ وکتب خانہ بنانے کے لئے تمام سامان فراہم کیا ہے۔ اس صورت میں ایسے مقام پر مدرسہ وکتب خانہ بنانا درست ہے یا نہیں۔ اور مدرسے کی نیو (بنیاد) کھودتے وقت اگر احیاناً وہاں مردے کی بوسیدہ ہڈی نکلے، تو اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

وقف کی تبدیل جائز نہیں۔ جو چیز جس مقصد کے لئے وقف ہے اسے بدل کر دوسرے مقصد کے لئے کردینا روا نہیں جس طرح مسجد یا مدرسہ کو قبرستان نہیں کرسکتے، یوں ہی قبرستان کو مسجد یا مدرسہ یا کتب خانہ کردینا حلال نہیں۔

سراج وہاج پھر فتاوی ھندیہ میں ہے:

لایجوز تغییر وقف عن   وقف کو اس کی ہیئت سے

هیاتہ فلا یجعل الدار بستانًا ولا الخان حماماً ولا الرّباط دکانًا الا اذا جعل الواقف الی النّاظر مایری فیہ مصلحتہ الواقف اھ قلت فاذا لم یجز تبدیل الھیأۃ فکیف تبغیر اصل المقصود۔

سے تبدیل کرنا جائز نہیں لہذا گھر کا باغ بنانا اور سرائے کا حمام بنانا اور رباط کا دکان بنانا، ہاں جب واقف نے نگہبان پر معاملہ چھوڑ دیا ہو تو جائز ہے۔ میں کہتا ہوں، جب ایک ہیئت کی تبدیلی جائز نہیں تو اصل کی تغییر کیونکر جائز ہوگی۔

اور اس پارہ قبرستان میں سو برس سے کوئی قبر نہ ہونا اسے قبرستان ہونے سے خارج نہیں کر سکتا۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول مفتی بہ پر تو واقف کے صرف اتنے کہنے سے کہ میں نے یہ زمین دفن مسلمان کے لئے وقف کی یا اس زمین کو مقبرۂ مسلمین کر دیا، وہ تمام زمین قبرستان ہو جاتی ہے، اگرچہ ہنوز ایک مردہ بھی دفن نہ ہوا۔ اور امام محمد کے قول پر ایک شخص کے دفن سے ساری زمین قبرستان ہو جاتی ہے۔

اسعاف پھر ردالمحتار میں ہے:

تسلیم کلّ شی بحسبہ ففی المقبرۃ بدفن واحد وفی السقایۃ بشربہ وفی الخان بنزولہ۔ ھدایہ و

ہر چیز کا سپرد کرنا اس کی حیثیت کے مطابق ہوتا ہے تو مقبرے میں ایک شخص کا دفن کرنا ہے اور سقایہ میں ایک گھونٹ پانی

وهندیه: وعند ابی یوسف رحمه الله تعالیٰ یزول ملکه بالقول کما هو اصله وعند محمد رحمه الله تعالیٰ اذا استقی الناس من السقایة وسکنوا الخان والرباط دفنوا فی المقبرة زال الملك ویکتفی بالواحد لتعذر فعل الجنس کله وعلیٰ هذا البئر والحوض۔

پینا ہے اور سرائے میں اترنا ہے ہدایہ اور ہندیہ میں ہے اور ابو یوسف کے نزدیک اس کی ملک کہنے سے زائل ہو جائیگی جیسی کہ ان کی اصل ہے۔ اور امام محمد کے نزدیک جب لوگ سقایہ سے سیراب ہوں اور سرائے میں رہیں اور رباط میں اور مقبرہ میں دفن کریں تو ملک زائل ہو جائے گی اور ایک پر اکتفا کیا جائے گا کیونکہ تمام جنس کا فعل متعذر ہے اور کنوئیں اور حوض کا حکم بھی ایسا ہی ہے۔

در منتقی اور شامی میں ہے:

قدم فی التنویر والدرر والوقایة وغیرها قول ابی یوسف وعلمت ارجحیته فی الوقف والقضاء۔

تنویر، درر اور وقایہ وغیرہا میں ابو یوسف کا قول مقدم رکھا اور تم اس کی ارجحیت وقف اور قضا میں جان چکے ہو۔

پس صورت مستفسرہ میں وہاں مدرسہ وکتب خانہ بنانا ہی جائز نہیں، اگرچہ مردے کی ہڈی نہ نکلے۔ اور نکلنے کی حالت میں ممانعت اور

اشد ہوجائے گی، کہ قبر مسلم کی بے حرمتی ہوئی۔
کما بیّنا فی الامر باحترام المقابر، واللہ تعالیٰ اعلم۔

فتوائے ثانیہ

مسئلہ

از کانپور مسجد رنگیاں، مرسلہ مولوی شاہ احمد حسن صاحب مرحوم بوساطت جناب مولانا مولوی وصی احمد صاحب ۱۲ رجادی الآخرہ سنہ ۱۳۲۱ہجری

بخدمت سراپا برکت مولٰنا مولوی صاحب مجدد مائۃ حاضرہ صاحب حجت قاہرہ، امام جماعت عالم سنت مولٰنا وسیدنا المولوی محمد احمد رضا خاں صاحب تمت فیوضاتہم وعمت سکنۃ المشارق والمغارب السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔
کانپوری مولوی احمد حسن صاحب سے ملاقات ہوئی۔ کہتے تھے، کہ بالفعل ایک اشد ضرورت ہے وہ یہ جامع العلوم والوں نے ایک فتویٰ لکھا مستفتی میرے پاس لایا۔ میں نے ان کے خلاف جواب لکھا۔ جامع العلوم والوں نے

اس کو دیوبند بھیجا۔ انھوں نے اپنے ہم مذہبوں کے جواب کی تصدیق کی۔ مستفتی پھر میرے پاس آیا کہ اب میں کس کے قول پر عمل کروں۔ میں نے کہا کہ جو فیصلہ حَکَم کرے، اس پر عمل کرو۔ حضرت مولانا سے بڑھ کر حَکَم کون ہے، لہٰذا اس استفتا کو اپنے ہمراہ لیتے جاؤ اور مولانا سے جواب لکھوا لاؤ۔ اور فوراً روانہ کردو۔ چونکہ میرا ارادہ حاضری کا تھا، میں نے استفتا لے لیا اور اتفاق کہ میں حاضر نہ ہو سکا، اور یہ بہت ضروری ہے لہٰذا اس عریضے میں ہمراہ سید عبدالشکور صاحب حاضر خدمت کرتا ہوں۔ اسی وقت فیصلہ لکھ دیجئے اور سید صاحب ہی کے ہمراہ واپس فرمائیے کہ میں روانہ کردوں۔ مولوی احمد حسن صاحب انتظار میں ہوں گے۔

نقل استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین، کہ ایک سطح وقف زمین کہ قبرستان کے نام سے مشہور ہے جس کی ایک طرف چند پرانی شکستہ قبریں پائی جاتی ہیں۔ الخ دبعینہٖ سوال آمدہ از کلکتہ امر تلا لین واز کانپور بازار نیا گنج ۲۰ ربیع الآخر ۱۳۲۱ھ کہ عنقریب فتاویٰ میں گذرا۔

جواب اہالی مدرسہ جامع العلوم

ایسے مقام پر کتب خانہ اور مدرسہ بنانا جائز ہے لعدم المانع اور اگر بوسیدہ ہڈی اتفاقی طور پر نکل آئے تو اس کو کہیں دفن کردے وقال الزیلعی ولو بلی المیت وصار ترابا جاز دفن غیرہ فی قبرہ وزرعہ والبناء علیہ اھ شامیہ ص ۵۹۹ واللہ اعلم۔

الاحقر محمد رشید مدرس دوم، مدرسہ جامع العلوم کانپور

محمد رشید دو عالم زفیض ۱۳ ھ ۱۳

من اجاب فقد اصاب محمد عبد اللہ عفی عنہ

ھذا الجواب غیر صحیح لانہ مخالف لعبارۃ الفقہاء

محمد عبد الرزاق مدرس مدرسہ امداد دار العلوم کانپور

محمد عبد الرزاق

خلاصۂ جوابِ جناب مولوی احمد حسن صاحب

صورت مسئولہ میں اس مقام پر کتب خانہ و مدرسہ بنانا ناجائز ہے اس لئے کہ یہ جگہ جب مقبرے کے نام سے مشہور اور وقف ہے تو شرعاً یہ مقبرہ سمجھا جائے گا اور اس مقبرے کے لئے یہ زمین وقف ہوگی اور اس کی شہرت اس کے ثبوت کے لئے دلیل کافی ہے۔

در مختار میں ہے:

تقبل فیہ الشہادۃ بالشہرۃ الخ

رد المحتار میں ہے الخ علمگیریہ:

الشہادۃ علی الوقف بالشہرۃ تجوز الخ

اور اس کے مندرس ہو جانے سے دوسرا کوئی نفع لینا درست نہ ہوگا۔ قاضی خاں مطبوعہ مصر جلد ثالث ص ۳۱۴:

مقبرۃ قدیمۃ بمحلۃ لم یبق فیہا آثار المقبرۃ ھل لا یباح لاھل المحلۃ الانتفاع بہا قال ابو نصر رحمہ اللہ تعالیٰ لا یباح؛	ایک محلے میں پرانا قبرستان ہے جس کے نشانات باقی نہیں رہے، کیا اہل محلہ اس سے نفع حاصل کر سکتے ہیں، ابو نصر رحمہ اللہ نے کہا کہ مباح نہیں۔

عالمگیری جلد ثانی مطبوعہ مصر صفحہ ۴۷۰ و ۴۷۱ :

سئل الامام شمس الائمۃ محمود الاوز جندی فی المقبرۃ اذا اندرست ولم یبق فیھا اثر الموتیٰ لا العظم ولا غیرہ ھل یجوز زرعھا واستغلالھا قال لا ولھا حکم المقبرۃ کذا فی المحیط ؛	امام شمس الائمہ محمود اوزجندی سے ایسے قبرستان کے بارے میں دریافت کیا گیا جس کے نشانات مٹ گئے ہوں اور اس میں ہڈیاں تک نہ رہی ہوں کیا اس میں کھیتی باڑی اور اسے کرائے پر دینا جائز ہے ؟ فرمایا نہیں، وہ قبرستان کے حکم میں ہے ۔

یہ عدم جواز انتفاع بالمقبرہ امام زیلعی کی اس عبارت ہی کے خلاف ہے اس لئے کہ انھوں نے جواز میت کے بوسیدہ اور خاک ہو جانے پر مرتب فرمایا ہے اور یہاں عدم جواز اس وجہ سے نہیں بلکہ بہ سبب مقبرے کے وقف ہونے میں ہے، جیسا کہ مصحح نے عالمگیر مطبوعہ مصر میں لکھا ہے، عبارت منقولہ عالمگیریہ پر یہ عبارت لکھی ہے :

قولہ قال لا ھذا لا ینافی ماقالہ الزیلعی لان المانع ھھنا کون المحل موقوفا علی الدفن فلا یجوز استعمالہ فی	ان کا قول : " انھوں نے کہا نہیں " یہ زیلعی کے قول کے منافی نہیں، کیونکہ یہاں مانع محل کا دفن کے لئے موقوف ہونا ہے تو اس کا استعمال غیر میں

غیرہ فلیتامل ولیحرر — جائز نہیں، ولیحرر

اھ مصححہ ؛

اور مسائل سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ غیر جنس کی طرف وقف جائز نہیں۔

علمگیریہ جلد ثانی ص۴۷۸ :

سئل شمس الائمة الحلوانی عن مسجد او حوض خرب لا یحتاج الیہ لتفرق الناس هل للقاضی ان یصرف اوقافه الی مسجد آخر او حوض آخر قال نعم ولو لم یتفرق الناس ولکن استغنی الحوض عن العمارة الی عمارة وهناك مسجد محتاج الی العمارة او علی العکس هل یجوز للقاضی صرف وقف ما استغنی عن العمارة الی عمارة ما هو محتاج الی

شمس الائمہ حلوانی سے مسجد یا حوض کے بارے میں دریافت کیا گیا جو ویران ہوں اور ان کی ضرورت نہ رہی ہو کیونکہ وہاں آبادی نہیں رہی، کیا قاضی اس کے اوقاف کو دوسری مسجد یا دوسرے حوض میں صرف کر سکتا ہے؟ فرمایا ہاں اور اگر لوگ وہیں رہتے ہیں مگر اس حوض کی ضرورت نہ رہی ہو اور دوسری مسجد عمارت کی محتاج ہو یا بالعکس تو کیا قاضی اس وقف کی آمدنی جس کی ضرورت نہ ہو دوسرے وقف کی تعمیر پر

العمارة فقال لا كذا — خرچ کرسکتا ہے؟ تو فرمایا نہیں،
فی المحیط۔ — محیط میں اسی طرح ہے۔

لہٰذا اس زمین میں جو دفن کے لئے وقف ہو، مدرسہ وغیرہ بنانا جائز نہ ہوگا گو خالی ہی کیوں نہ ہو، اور دوسرے اس کا خالی ہونا، فقط اتنی شہادت سے کہ ہماری عمر میں ہمارے علم میں کوئی میّت دفن نہ کی گئی، نہیں ثابت ہوسکتا، بلکہ اس قدیم مقبرے کا پر ہونا سمجھا جاتا ہے، کہ جب دو تہائی زمین میں قبریں اس قدر پرانی ہیں، کہ ستّر برس کے لوگوں کے ہوش سے قبل کی ہیں، تو ایک ثلث میں اس سے بھی پہلے کی ہوں گی اور وہ بالکل منہدم ہوگئی ہوں اور زمین صاف معلوم ہوتی ہو، زمین بھر جانے کی وجہ سے دفن کرنا چھوڑ دیا گیا ہو۔ ہاں اگر کوئی شخص بیان کرے کہ جب سے یہ زمین مقبرے کے لئے وقف ہوئی کوئی میّت اس تہائی میں نہ دفن کی گئی تو البتہ خالی ہونا ثابت ہوسکتا ہے۔ پھر بھی مدرسہ وغیرہ سوائے دفن کے دوسرے کام میں لانا ناجائز ہے۔

واللہ اعلم بالصواب۔

کتبہ، عبدہ العاصی فضل الٰہی عفی عنہ

وھذا الجواب صحیح

کتبہ عبد الرزاق عفی عنہ

الجواب الثانی صحیح

کتبہ احمد حسن عفی عنہ

جوابِ مولوی رشید احمد گنگوہی وغیرہ

الجواب:

یہ جواب صحیح نہیں ہے اور مجیب صاحب نے جو روایت نقل کی ہے اس سے بھی مدعا ثابت نہیں ہوتا۔ الحاصل وہ قبرستان وقف نہیں ہے تو کچھ کلام نہیں ہے اور قبرستان کو جو وقف مشہور کر دیتے ہیں، یہ سب جگہ جاری نہیں۔ اکثر جگہ دیکھا گیا ہے کہ گورستان وقف نہیں ہوتا اور بعد تسلیم اس بات کے کہ وہ وقفی ہے اس صورت میں کہ وہاں دفن اموات کا ایک مدت دراز سے بند ہے تو اس میں دوسرا امکان وقفی بنا دینا درست ہے، لہٰذا مدرسہ وقفی بنانا اس گورستان میں جائز ہے، چنانچہ اس روایت سے واضح ہے، یعنی عینی شرح بخاری جلد ۲ صہ ۳۵۹:

فان قلت هل يجوز	اگر تم کہو، کیا مسلمانوں کی قبروں
ان تبنى المساجد على	پر مساجد کا بنانا جائز ہے؟ میں
قبور المسلمين قلت قال	کہوں گا، ابن قاسم نے کہا اگر مسلمانوں
ابن القاسم لوان مقبرة	کا کوئی قبرستان ختم ہو جائے
من مقابر المسلمين عفت	اور وہاں کچھ لوگ مسجد بنالیں

فبنی قوم علیها مسجدا لم
ار بذالك باسا وبذالك
لان المقابر وقف من
اوقاف المسلمین لدفن
موتاهم لا یجوز لاحد
ان یتملکها فاذا درست
واستغنی عن الدفن فیها
جاز صرفها الی المسجد
لان المسجد ایضا وقف
من اوقاف المسلمین لا
یجوز تملیکه لاحد فمعنا
هما علی هذا واحد۔

تو میں اس میں کوئی مضائقہ
نہیں سمجھتا، کیونکہ قبرستان
بھی مسلمانوں کا ایک وقف
ہے ان کے مردوں کو دفن کرنے
کے لئے، کسی کے لئے اس کا
مالک بننا جائز نہیں۔ اب
جبکہ وہ مٹ گیا اور اس میں
دفن کی ضرورت نہیں رہی تو
اسے مسجد کے استعمال میں
لانا جائز ہوا، کیونکہ مسجد بھی،
مسلمانوں کے اوقاف میں سے ایک ہے
لہٰذا ان دونوں کا مقصد ایک ہے،

اور کتب فقہیہ میں بھی روایات جواز موجود ہیں۔ مگر بندے کو مہلت نہیں۔ فقط۔ واللہ تعالیٰ اعلم

رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

الجواب صحیح

بندہ محمود عفی عنہ

رشید احمد
۱۳۰۱ھ

الجواب صحیح
بندہ مسکین محمد یٰسین عفی عنہ
الجواب صحیح. غلام رسول عفی عنہ

محمد یٰسین عفی عنہ

جبکہ وہ مقبرہ نہایت کہنہ ہے اور اس وقت دفن کرنا وہاں متروک ہوگیا ہے تو بناء مدرسہ اس جگہ میں خصوصاً حصہ خالی میں درست ہے البتہ اگر وہ مقبرہ فی الحال دفن اموات میں کام آتا ہو تو کوئی اور بنا اس میں درست نہیں ہے:

قال فی علمگیریة ولو بلی المیت وصار ترابا جاز دفن غیرہ فی قبرہ وزرعہ والبناء علیہ کذا فی التبیین.

علمگیریہ میں ہے کہ اگر میت پرانی ہو جائے اور مٹی ہوجائے تو دوسرے کو اس قبر میں دفن کرنا جائز ہے اور اس میں کھیتی کرنا اور اس پر عمارت بنانا بھی جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ

١٣٠٧
فتوکل علی العزیز الرحمٰن

الجواب

اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الحَقِّ وَالصَّوَاب

جواب ۱۔ اوّل غلط صریح۔ اور حکم ثانی حق وصحیح اور تحریر ثالث جہل قبیح ہے۔

گنگوہی صاحب کا بے محل شگوفہ

اولاً سوال میں صاف تصریح تھی کہ "ایک سطح وقف زمین، پھر مجیب سوم کی تشقیق کہ "اگر وہ قبرستان نہیں" الخ محض شگوفہ بے معنی ہے۔

وقف میں شہرت کافی ہے

ثانیاً "قبرستان کو جو وقف مشہور کر دیتے ہیں، یہ سب جگہ جاری نہیں" اس یہ، کا مشارٌ الیہ شہرت ہے یا واقفیت۔ اول صحیح ہے، مگر مہمل۔ وہذا ئے مہمل۔ سوال اس صورت خاصہ سے ہے جہاں شہرت موجود ہے۔ اس پر حکم کے لئے ہر جگہ شہرت کیا ضرور۔ یوں ہی دوم بھی اگر مقصود سلب واقفیت بحال انتفائے شہرت ہو، اور ان ہی دونوں صورتوں میں یہ قول کہ، اکثر جگہ دیکھا گیا، کہ گورستان وقف نہیں

ہوتا۔ رد بصحت رکھتا ہے۔ اگرچہ کثیر و اکثر میں فرق نہ کرنا ضیق نطاق بیان اور اگر نفی واقفیت شہرت مراد، تو محض مردود ظاہر الفساد اور اب وہ شہادت مشاہدۂ اکثر بلا وصراحتاً حکایت بھی کی عنہ ہے۔ متون و شروح و فتاوائے مذہب میں تصریحات جلیہ ہیں، کہ شہرت مثبت واقفیت و مسوغ شہادت ہے۔

کلام مجیب دوم سلمہ میں بھی اس کی بعض نقول منقول۔ پھر باوصف تسلیم دلیل شرعی نفی مدلول جہل قطعی۔ یہاں شہادت شہرت کو نہ ماننا نہ اسی مقبرے بلکہ عامہ اوقاف قدیمہ کو یکسر مٹا دینا ہے۔ طول عہد کے بعد شہود معائنہ کہاں۔ اور مجرد خط حجت نہیں۔

فتاویٰ خیریہ میں ہے:

لا یعمل بمجرد الدفتر	صرف تحریری صورت کافی نہیں
ولا بمجرد الحجۃ لما صرح	اور نہ صرف دلیل سے کیونکہ ہمارے
بہ علمائنا من عدم الاعتماد	علماء نے تصریح کردی ہے کہ
علی الخط وعدم العمل بہ	خط پر اعتماد نہیں اور اس پر
کمکتوب الوقف الذی علیہ	عمل نہ ہوگا، جیسے وہ وقف نامہ
خطوط القضاۃ الماضین	جس پر گذشتہ قاضیوں کی
وانما العمل فی ذلک بالبینۃ	تحریریں ہوں۔ اس معاملے میں
الشرعیۃ ۔ اسی میں ہے:	شرعی گواہوں پر عمل ہوگا۔
کتاب الوقف انما ھو	اسی میں ہے: وقف کی تحریر

كاغذ به خط وهو لا يعتمد عليه ولا يعمل به كما صرح به كثير من علمائنا والعبرة في ذالك للبينة الشرعية وفي الوقف يسوغ للشاهد ان يشهد بالسماع ويطلق ولا يضر في شهادته قوله بعد شهادته لم اعاين الوقف ولكن اشتهر عندي او اخبرني به من اثق به۔

تو ایک کاغذ ہے جس پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی عمل کیا جا سکتا ہے جیسا کہ ہمارے بہت سے علمار نے تصریح کی ہے۔ اعتبار اس سلسلے میں شرعی گواہوں کو ہے اور وقف میں گواہ کے لئے جائز ہے کہ سن کر گواہی دے اور اطلاق رکھے اور اس کی شہادت میں ادائے شہادت میں بعد یہ کہنا کہ میں نے وقف کا معائنہ نہیں کیا، لیکن میرے نزدیک مشہور ایسا ہی ہے یا مجھے قابل اعتماد شخص نے خبر دی ہے کچھ مضر نہیں۔

اب اگر شہرت بھی مقبول نہ ہو، تو ہزاروں وقف سوا اس کے کہ محض بے ثبوت و باطل قرار پائیں اور کیا نتیجہ ہے۔

وقف میں تبدیلی حرام ہے اور گنگوہی صاحب کی سفاہت!

ثالثاً۔ مقبرے کے لئے وقف تسلیم کر کے اس میں مدرسہ وغیرہ دوسرے مکان وقفی بنانے کو درست بتانا ظلم واضح و جہل فاضح ہے کہ اس میں صراحتاً تغیر وقف ہے اور وہ حرام ہے حتیٰ کہ متولی کو بھی جو وقف پر دلالت رکھتا ہے، نہ کہ اجنبی، حتیٰ کہ علماء نے ہیأت کی بھی بے اذن واقف اجازت نہ دی نہ کہ تغیر اصل وقف۔

عقود الدریہ میں ہے:

لا یجوز للناظر تغییر صیغۃ الواقف کما افتیٰ بہ الخیر الرملی والحانوتی وغیرھما۔ سراج الوھاج وھندیہ میں ہے۔ لا یجوز تغییر الوقف عن ھیأتہ فلا یجعل الدار بستاناً ولا الخان حماماً ولا الرباط دکاناً الا اذا جعل الواقف الی الناظر ما یریٰ فیہ مصلحۃ الوقف۔ فتح القدیر ورد المحتار وشرح الاشباہ للعلامۃ البیری، میں ہے:

وقف کے نگہبان کے لئے وقف کے صیغے کی تبدیلی جائز نہیں، جیسا کہ خیر رملی اور حانوتی وغیرہما نے فتویٰ دیا ہے۔ سراج الوہاج اور ہندیہ میں ہے: وقف کو اس کی ہئیت سے تبدیل کرنا جائز نہیں، لہٰذا گھر کو باغ اور سرائے کو حمام اور رباط کو دکان بنانا جائز نہیں۔ ہاں اگر نگرانِ وقف کو اجازت دے رکھی ہے کہ وہ ہر وہ کام کر سکتا ہے جس میں وقف کی صلاح ہو تو ٹھیک ہے۔

الواجب الوقف ابقاء الوقف علی ما کان علیه دون زیادة۔

وقف کرنے کے لئے مالک ہونا شرط ہے

شے ایک بار وقف ہو کر، دوبارہ وقف نہیں ہو سکتی

رابعاً۔ مدرسہ یا کتب خانہ یا کوئی مکان کیا خالی دیواروں کا نام ہے۔ ہر عاقل ادنیٰ عقل والا بھی جانتا ہے کہ زمین ضرور اس میں داخل، تنہا دیواروں کو بنا و عملہ کہتے ہیں۔ نہ بیت و خانہ مدرسہ جائے درس۔ محل درس زمین ہے۔ یا دیواروں پر بیٹھ کر درس ہوگا۔ اور یوں بھی ہوتا ہم قرار استقرار کو انتہا علی الارض سے کیا چارہ۔ اور یہ زمین ایک بار ایک جہت کے لئے وقف ہو چکی۔ دوبارہ وقفیت کیونکر معقول۔ کہ واقف کا وقت وقف مالک ہونا شرط وقف ہے، کہ ہمارے مذہب میں بالاتفاق اہل وقوف اس پر صحت وقف موقوف اور وقف بعد تمامی کسی کی ملک نہیں تو پھر اصل واقف بھی اگر دوبارہ اسے وقف کرنا چاہے محض باطل ہوگا، نہ کہ زید و عمرو بلکہ یہ حکم عام ہے، خواہ وقف دوبارہ جہت اخریٰ پر ہو یا اسی جہت اولیٰ پر کہ علی الاول تحویل باطل ہے اور علی الثانی تحصیل حاصل والکل باطل۔ بحر الرائق و علمگیریہ وغیرہما میں ہے:

اما شرائطہ فمنہا	بہر حال اس وقف کی شرائط
العقل والبلوغ ومنہا	تو ان میں سے بلوغ اور عقل

ان یکون قربة ومنها الملك وقت الوقف وتیفرع علی اشتراط الملك انه لا یجوز وقف الاقطاعات ولا وقف الارض الحوز للامام اھ ملتقطا۔ اسعاف میں ہے:

اتفق ابو یوسف ومحمد رحمهما الله تعالٰی ان الوقف یتوقف جوازہ علی شروط بعضها فی المتصرف كالملك فان الولایة علی المحل، شرط الجواز والولایة تستفاد بالملك او هی نفس الملك۔ اسی میں ہے: لو وقف ارضاً اقطعه ایاها السلطان فان كانت ملكاله او مواتا صح وان كانت من بیت المال لا یصح۔

ہے اور ان میں سے اس کا عبادت ہونا ہے، وقت وقت ملک کا ہونا ہے اور اس پر یہ بھی متفرع ہے کہ جاگیر کا وقف جائز نہیں، اور امام کی گھیری ہوئی زمین کا وقف بھی جائز نہیں۔ امام ابو یوسف اور محمد رحمہما اللہ نے اتفاق کیا ہے کہ وقف کا جواز، بعض شرائط پر موقوف ہے۔ کچھ تو اس میں سے متصرف میں ہیں جیسے ملک، کیونکہ ولایت محل شرط جواز ہے اور ولایت یا تو ملک سے مستفاد ہے، وہ خود ملک ہے۔

اسی میں ہے:

اگر کسی شخص نے بادشاہ کی دی ہوئی جاگیر وقف کر دی تو اگر وہ اس کی ملک ہے یا مردہ زمین

ہے تو صحیح ہے اور اگر بیت المال سے ہے تو صحیح نہیں ؎

زمین وقف میں کوئی عمارت دوسری غرض کیلئے وقف نہیں ہو سکتی

خامسًا۔ تنہا عمارت وقف ہوگی یا تنہا زمین، یا دونوں ثانی بدیہی البطلان لان الوقف لا یوقف، یوں ہی ثالث لانہ علیہ یتوقف۔ اول کا جواز ارض غیر محتکرہ میں صرف اس صورت میں ہے کہ یہ عمارت اسی کام پر وقف ہو جس پر اصل زمین کا وقف ہے۔ ھو الصحیح بل ھو التحقیق وبہ التوفیق، تو زمین، مقبرہ اور دیواریں مدرسہ یہ محض وسوسہ۔

فتاویٰ علامہ خیر الدین رملی میں ہے:

سئل فی کرم مشتمل	فت اب باغ کے بارے میں دریا
علیٰ عنب وتین وارضہ	کیا گیا جس میں انگور اور انجیر
وقف سیّدنا الخلیل علیہ	ہیں اور اس کی زمین ہے، جو
وعلیٰ نبیّنا وسائر الانبیاءؑ	حضرت ابراہیم نے وقف کیا
افضل الصّلٰوۃ واتم السلام	تھا، ایسے باغ پر ایک شخص
من الملك الجلیل ادّعیٰ	نے دعویٰ کر دیا کہ یہ اس کے
رجلٌ بانّہ وقف جدّہ	دادا نے وقف کیا تھا، کیا

هل تسمع دعواه۔ اجاب
لا تسمع ولا تصح اذ الكرم
اسم للارض والشجر وان
اريد به الشجر فوقف
الشجر على جهة غير
جهة الارض مختلف فيه
وقد قال صاحب الذخيرة
وقف البناء من غير
وقف الارض لم يجز
هو الصحيح وان اريد كل
من الارض والشجر فبطلانه
بديهي التصور وان اريد
الارض فبديهية البطلان
اولى اھ ملتقطاً۔ اسی میں
اس کے متصل ہے:
كيف يصح للواقف
وقفها على نفسه وهي
وقف الخليل عليه الصلوٰة
والسلام اھ وهذا معنى

اس کا دعویٰ سنا جائے گا؟
جواب دیا نہیں، کیونکہ باغ
زمین اور درختوں کے مجموعہ
کا نام ہے اور اگر اس سے
مراد درخت ہوں تو درختوں کا
زمین کی جہت کے غیر میں
وقف کرنا مختلف فیہ ہے۔
صاحب ذخیرہ نے کہا ہے کہ
عمارت کا وقف کرنا زمین کے
بغیر جائز نہیں۔ یہی صحیح ہے اور
اگر زمین اور درخت سب
مراد ہیں تو اس کا باطل ہونا ظاہر
ہے اور اگر صرف زمین ہو تو
اس کا باطل ہونا اور بھی ظاہر ہے۔
اسی میں اس کے متصل ہے:
کہ واقف اس کو اپنے اوپر کیونکر
وقف کرسکتا ہے، حالانکہ یہ
وقف ابراہیم علیہ السلام کا
ہے۔ یہی معنی ہیں ان کے

قوله فبطلانه بديهي
التصور۔

ردالمحتار میں ہے:

الذی حررہ فی البحر
اخذا من قول الظهیریة
واما اذا وقفه علی الجهة
التی کانت البقعة وقفا
علیها جاز اتفاقا تبعا
للبقعة وان قول الذخیرة
لم یجز هو الصحیح مقصور
علی ما عدا صورة الاتفاق
وهو ما اذا کانت الارض
ملکا او وقفا علی جهة
اخری اھ علی هذا ینبغی
ان یستثنی من ارض
الوقف ما اذا کانت معدة
للاحتکار وبه یتضح الحال
ویحصل التوفیق بین الاقوال
اھ ملخصا وقد اوضحناہ

قول کے کہ اس کا بطلان ظاہر
ہے۔

ردالمحتار میں ہے:

جو بحر نے فیصلہ کیا ہے وہ ظہیریہ
کے قول سے ماخوذ ہے اور اگر
اسی جہت پر وقف کیا جس پر
وہ خطہ وقف تھا تو وقف اس
کی اتباع میں جائز ہے اور
ذخیرہ کا قول "جائز نہیں" صحیح
ہے اور یہ اتفاق کی صورت
کے غیر پر مقصور ہے اور یہ
اس وقت ہے جبکہ زمین
ملک یا وقف ہو، کسی دوسری
جہت پر، اس بنا پر زمین وقف
سے اس صورت کا استثنا
ضروری ہے جبکہ وہ زمین احتکار
کے لئے تیار کی گئی ہو، اس سے
صورت حال واضح ہو جاتی
ہے اور تمام اقوال میں توفیق

فیما علقنا علیہ: ممکن ہے۔

گنگوہی صاحب کی سخت نافہمی

متعلقہ روایتوں کو بے علاقہ بتانا

سادساً: مدرسہ یا کتب خانہ جو بنایا جائے گا، جبکہ شرعاً وقف نہیں ہو سکتا۔ لاجرم ملک بانیان پر رہے گا اور اب یہ صراحتاً وقف میں تصرف مالکانہ اور اپنے انتفاع کے لئے اس میں عمارت بنانا ہوگا، تو آفتاب کی طرح واضح ہے کہ قاضی خاں و علمگیری و محیط کی عبارات جو مجیب دوم سلمہ نے نقل کیں، کہ مقبرہ اگرچہ مندرس ہو جائے، اس میں قبر کا نشان درکنار۔ اموات کی ہڈی تک نہ رہے جب بھی اس سے انتفاع حرام۔ اور ہمیشہ اس کے لئے حکم مقبرہ رہے گا۔

اسی طرح فتاویٰ ظہیریہ و خزانۃ المفتین و اسعاف کی عبارات کہ:

مقبرۃ قدیمۃ بمحلۃ	جو قبرستان پرانا ہو اور اس
لم یبق فیھا اثار المقبرۃ	میں مقبرے کے آثار باقی نہ
لایباح لاھل المحلۃ	رہے ہوں، اس سے اہل محلہ
الانتفاع بھا وان کان	نفع حاصل نہیں کر سکتے ہیں

فیھا حشیش یحش منھا ویخرج الحشیش الی الدواب ولا ترسل الدواب فیھا۔ "اگر اس میں گھاس ہو تو وہ بھی کاٹی جا سکتی ہے۔ کاٹ کر باہر لائی جائے مگر جانور قبرستان میں نہ چھوڑے جائیں"۔ قطعاً مفید مدعا نہیں۔

اور مجیب صاحب سوم کا یہ زعم کہ:

"مجیب صاحب نے جو روایت نقل کی ہے، اس سے بھی مدعا ثابت نہیں ہوتا"۔ محض سوء فہم اور جہل مبین۔

گنگوہی صاحب پر گرفت

سابعًا۔ مجیب سوم کو جب فقہ میں کوئی راہ نہ ملی، ناچار متون و شرح و فتاوائے مذہب سب بالائے طاق رکھ کر نصوص اصول و فروع فقہ حنفی سب سے آنکھ بند کر کے شرح صحیح بخاری سے ایک روایت خارج عن المذہب پر قناعت کی کہ ابن القاسم نے کہا، کہ میری رائے میں جب مقبرے کے آثار مٹ جائیں اور اس کی حاجت نہ رہے تو وہاں مسجد بنا لینا جائز ہے۔

عربی لفظوں کا ترجمہ دیکھ لیا، اب یہ ادراک کسے کہ یہ ابن القاسم کون ہیں، کس مذہب کے عالم ہیں؟ ان کا قول مذہب حنفی میں کہاں تک سنا جا سکتا ہے؟ اور وہ بھی خاص ان کی اپنی رائے، اور وہ بھی اصول و فروع مذہب کے صریح خلاف۔ مجیب صاحب علامہ عینی

رحمتہ اللہ تعالیٰ اشرح جامع صحیح میں صرف اقوال مذہب پر اقتصار نہیں کرتے، بلکہ ائمہ اربعہ اور ان سے بھی گذر کر بعض دیگر سابق ولاحق بلکہ بعض بدمذہبوں مثلاً داؤد ظاہری وابن حزم تک پہنچ کے اقوال نقل کر جاتے ہیں، بلکہ بارہا ابن وآں ہی کے قول پر قناعت فرماتے اور ائمہ مذہب کا مذہب بیان میں نہیں لاتے، جاہل یہ تراجم علماء سے آگاہ نہیں آپ کی طرح دھوکا کھاتا ہے اور خادم علم بحمد اللہ تعالیٰ فرق مراتب وتفرقہ مذاہب کی خبر رکھتا ہے۔ علامہ عینی یہاں کسی کتاب فقہ کی تحریر میں نہیں یہ اسطراد ونی بالائی فوائد ہیں جن سے آقاویل ناس پر اطلاع مقصود اور مذہب تو اصلاً وفرعاً کتب مذہب میں مضبوط ہوچکا۔ ان کی ان نقول کا اکثر مادہ تصانیف ابن المنذر وابن بطال وغیرہما شافعیہ وغیرہم ہیں۔ ان کی عادت ہے کہ محل نقل میں سطریں کی سطریں بلکہ کہیں صفحے کے صفحے بلاغر وبے تغیر لفظ نقل فرما جاتے ہیں، جس پر ان کے امام عصری امام ابن حجر عسقلانی رحمتہ اللہ تعالیٰ نے الدرر الکامنہ میں تنبیہ کی، یہاں بھی صدر کلام ذکر ما یستنبط منہ من الاحکام سے آپ کی منقولہ حکایت تک اسی قسم کی عبارت ہے۔ عالم تو متعدد وجہ سے پہچانے گا کہ یہ کلام حنفیہ نہیں۔ آپ نے اتنا ہی دیکھا ہوتا کہ اس عبارت میں ہے الیٰ جواز نبش قبورھم للمال ذھب الکوفیون والشافعی واشھب بھذا الحدیث، حنفیہ کا محاورہ نہیں کہ اپنے ائمہ کا مذہب یوں بیان کریں، کہ کوفے والے ادھر گئے ہیں، قائل حنفی ہوتا تو ذھب

المتّنا یا اصحابنا یا علماؤنا و امثال ذٰلک لکھتا۔ یہ ابن القاسم واشہب، دونوں[1] حضرات مالکی المذہب عالم ہیں۔ خود امام ہمام کے شاگرد، اور ان کے مذہب میں اہل روایت و درایت جیسے ہمارے ہاں زفر و حسن بن زیاد رحمۃ اللہ علیہم، آپ کی مقدس بزرگی کہ مذہب حنفی کے صریح خلاف ایک مالکی عالم کی رائے پر فتویٰ دیتے، اور اپنے زعم میں اسے مذہب حنفی کی روایت سمجھ رہے ہیں حالانکہ ائمہ تو ہمارے ائمہ وہ اس مذہب کے بھی امام مجتہد سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ یہ ابن القاسم ہمارے علماء سے نہیں۔ مگر ہاں جب نافہمی کی ٹھیری تو آپ کو کیا لگتا۔ کہ اس ذکر اصحابنا کو بھی قال ابن القاسم کے تحت میں داخل۔ اور انھیں کے مقولے میں شامل مانتے۔

ثامنًا۔ مجیب صاحب نے ناحق اس حکایت غیر مذہب پر قناعت کی کہ فقط بیچارے مردہ مسلمانوں کی قبریں، طلبہ اور مدرسہ کے بھنگی بہشتی سے پامال کرانے کی گنجائش ملی۔ اس ذکر اصحابنا کو کیوں نہ لیا کہ مسجدوں میں ہل چلانے گھوڑے یا گدھے باندھنے کی راہ چلتی۔

---

[1] دونوں حضرات کے مزار قائس الانوار قرافہ میں یکجا ہیں۔ علماء فرماتے ہیں ان دونوں مزاروں کے بیچ میں دعا قبول ہوتی ہے۔

۱۲ منہ حفظ ربہ

بل هو اشنع واخنع
وهو اتخاذ موضع المسجد
حشا وكنيفا لقوله و ذكر
اصحابنا ان المسجد اذا خرب
ودثر ولم يبق حوله جماعة
والمقبرة اذا عفت ودثرت
تعود ملكا لاربابها. قال
فاذا عادت ملكا يجوز ان يبني
موضع المسجد دارا وموضع
المقبرة مسجدا وغير ذلك
لان الدار لابد لها من
تلك الاشياء؛

بلکہ یہ زیادہ برا ہے، کہ مسجد کو
اصطبل یا باڑہ بنالیا جائے
کیونکہ انھوں نے کہا کہ ہمارے
اصحاب نے ذکر کیا کہ مسجد جب
ویران ہوجائے اور اس کے
گرد کوئی جماعت نہ رہے، اور
قبرستان جب مٹ جائے
تو ان پران کے سابق مالک کی
ملک لوٹ آتی ہے۔ انھوں نے
فرمایا کہ جب یہ چیزیں ملک میں
آگئیں تو مسجد کی جگہ کو گھر اور
قبرستان کی جگہ کو مسجد وغیرہ بنانا
درست ہوا، کیونکہ گھر کے لئے ان چیزوں کا ہونا ضروری ہے"؛ مگر آپ نے ضرور ہوشیاری برتی۔

اولاً، جانتے تھے، کہ کتب معتمدۂ مذہب مشہورہ متداولہ میں اسے صراحتاً رد کیا۔ اور اس کے خلاف پر بشدومد فتویٰ دیا ہے۔

تنویر الابصار و در مختار میں ہے:

ولو خرب ما حوله
واستغنی عنه یبقی مسجدا

اور اگر اس کا ارد گرد ویران
ہوگیا اور اس کی ضرورت

عند الامام والثانی ابدًا الیٰ قیام الساعة وبه یفتیٰ؛

نہ رہی تو مسجد باقی رہے گی امام کے نزدیک اور دوسرا ہمیشہ قیامت تک اور اسی پر فتویٰ ہے۔

حاوی القدسی و بحر الرائق و رد المحتار میں ہے:

"واکثر المشائخ علیه مجتبی وهو الاوجه فتح"

ثانیاً۔ یہ قول امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ جسے علامہ عینی نے اصحابنا کی طرف نسبت کیا، خاص اسی حالت میں ہے، جب وہ شے موقوف اس غرض کی صلاحیت سے بالکل خارج ہو جائے جس کے لئے واقف نے وقف کی تھی۔ اصلاً کسی طرح، اس کے قابل نہ رہے۔

رد المحتار میں ہے:

ذکر فی الفتح ما معناه انه یتفرع علی الخلاف المذکور ما اذا انهدم الوقف ولیس له من الغلة ما یعمر به فیرجع الی الباقی اوورثته عند محمد خلافا لابی یوسف لکن عند محمد انما یعود الی ملکه ما خرج عن

فتح میں جو ذکر کیا گیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ خلاف مذکور پر یہ متفرع ہوتا ہے کہ اگر وقف عمارت منہدم ہو جائے، اور اس کی اتنی آمدنی نہیں ہے کہ اسے تعمیر کیا جائے تو وہ بنانے والے یا اس کے ورثار کی طرف لوٹ جائے گا۔ امام محمد کے نزدیک اس میں ابو یوسف کے

الانتفاع المقصود بالوقف بالکلیۃ ؎

خلاف ہے لیکن محمد کے نزدیک اس کی ملک میں صرف وہی لوٹے گا جس سے بالکل نفع ممکن نہ ہو۔

یہ بات مقبرۂ مذکورہ میں کیونکہ متصور ہو کہ ہنوز تہائی میدان حسب بیان سائل بالکل خالی پڑا ہے۔ ثالثاً، شاید یہ بھی کچھ اندیشہ گذرا کہ اس مقبرے کے ساتھ مسجد کی بھی خیر نہیں۔ مبادا عوام بھڑک جائیں، ان وجوہ سے ذکر اصحابنا چھوڑ کر قال ابن القاسم کا یہ سرا پکڑا۔ مگر غافل کہ جن تین اندیشوں سے گریز فرمایا، وہی تینوں یہاں بھی آپ پر عائد بلکہ مع شے زائد۔

اوّل، تو وجہ سابع میں دیکھ چکے، کہ خلاف مفتی بہ ہونا تو درکنار وہ سرے سے مذہب کا کوئی قول ضعیف بھی نہیں اور ثانی یوں کہ کلام ابن القاسم میں عفت و درست ہے۔ عفا ر ودس نیست و نابود و ناپیدا و بے نشان ہونا ہے۔ یہ اس مقبرے پر کہاں صادق کہ سائل کہتا ہے، پرانی شکستہ قبریں پائی جاتی ہیں تو ابھی نیست و نابود و ناپدید نہ ہوا اور اس روایت خارجہ نے بھی آپ کو کام نہ دیا اور ثالث یوں کہ جب ان کی رائے میں مجرد وقفیت موجب اتحاد معنی و جواز اقامت بجائے یک دگر ہے تو جیسے مقبرے کو مسجد کرنا روا، یوں ہی مسجد کو مقبرہ۔ یوں ہی مسجد کو سرائے اور سرائے میں بیت الخلا۔ فان الکل وقف من اوقاف المسلمین لا یجوز تملیکہ لاحد فمعنی الکل علی ھذا واحد۔ پھر مفر کدھر۔

تاسعاً۔ ذرا براہ مہربانی تھوڑی دیر کو ہوش میں آکر فرمائیے، کہ ابن القاسم نے کہا۔ مقبرے کو بعد بے نشانی مسجد کر دینا روا اور ابوالقاسم محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ مقابر پر مسجد بنانا حرام۔ آپ کے نزدیک یہ دونوں حکم حالت واحد پر وارد جب تو آپ کا ایمان ہے۔ کہ ابن القاسم کی بات کو حق جانیں، اور ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نہ مانیں۔ اور اگر حالت مختلف ہے تو پہلے وہ فرق معین کیجئے، جس پر ان دونوں احکام کا انقسام ہو گا، کیا فقط نو و کہن کا تفرقہ ہے کہ نئی قبروں پر مسجد بنانا حرام۔ اور جہاں ذرا پرانی پڑیں اور اب ان پر نماز جائز ہو گئی۔ یا فقط اوپر کا نشان مٹ جانا چاہیئے۔ یا یہ ضرور ہے کہ لاشوں کے تمام اجزاء، ساری ہڈیاں بالکل خاک ہو جائیں، مردے بجمیع اجزاء تراب خالص کی طرف استحالہ کریں، اس کے بعد روا ہے۔

اوّل، تو بداہتہً باطل اور شاید بعلت وہابیت آپ کے یہاں تو شرک ہو، اور ثانی بھی اسی کی مثل ہو، کہ نشان بالانہ قبر ہے، نہ قبر کے لئے رکن و شرط، تو اس کا عدم و وجود یکساں۔ مع ہذا اس مقبرے میں یہ صورت بھی ہنوز متحقق نہ ہوئی، کہ نشان قبر موجود ہیں اور آپ کا حکم بے تخصیص ثلث خالی صاف مطلق ہے کہ مدرسہ وقفی بنانا گورستان میں درست ہے۔" اور آپ کے مقلد نے اس اطلاق کی صریح تصریح کر دی۔ کہ "بنائے مدرسہ اس جگہ میں خصوصاً حصہ خالی میں درست ہے۔" اس خصوص نے عموم کو واضح کر دیا، لاجرم ثالث لیجئے گا، اب یہ آپ پر لازم تھا، کہ دلیل شرعی

سے اس مدت کی تعیین کرتے، جس میں مردوں کی ہڈی پسلی کا اصلاً نام و
نشان نہیں رہتا۔ سب سے پچھلی جو میت دفن ہوئی اسے اتنی مدت
گذر چکی۔ ان دو مرحلوں کو بغیر طے کئے حکم جواز لگا دینا محض جہل تھا۔ اتنا یاد
رکھئے کہ مجرد شک یہاں کام نہ دے گا۔ کہ الیقین لایزول بالشک
عقل ونقل کا قاعدہ اجماعیہ ہے۔ وجود مانع یعنی بعض اجزائے موت پر
یقین نہ ہو، حکم حرمت وممانعت ہی رہے گا اور آپ کے لیت ولعل سے
کام نہ چلے گا، تو ظاہر ہوا، کہ اس روایت خارجہ عن المذہب کا دامن پکڑنا
بھی محض سوء فہم وبندگی وہم تھا وباللہ العصمۃ۔

عاشراً:۔ لطف یہ ہے کہ اس روایت خارجہ میں شرط استغنا
عن الدفن لگائی گئی ہے، آیا اس سے مراد کہ اس کے سوا دوسری جگہ دفن
ہو سکتا ہو، جب تو یہ شرط محض لغو وعبث ہے۔ وہ کونسا گورستان ہے،
جس کی طرف احتیاج دفن بمعنی لولاہ لا متنع ہے۔ نہ ہرگز تعطل وویرانی
اوقاف میں صرف اس قدر ملحوظ ہوتا ہے بلکہ یہاں مطمح النظر دو امر رہتے ہیں
ایک عدم محتاجین یعنی وہاں آبادی نہ رہے، لوگ متفرق ہو گئے۔ اب حاجت
کسے ہو، جیسے جواب دوم میں عالمگیری ومحیط سے دربارۂ مسجد وحوض گذرا، کہ
خرب ولا یحتاج الیہ لتفرق الناس۔ دوسرے عدم حاجت بوجہ
عدم صلوح۔ یعنی وہ شے کسی مانع وتصور ونقص کے سبب اب اس کام
کی نہ رہی، مثلاً زمین پر پانی نے غلبہ کیا، کہ دفن کی گنجائش نہ رہی
فتاوائے کبریٰ وجامع المضمرات وہندیہ واسعاف وغیرہا میں ہے:

امراۃ جعلت قطعۃ ارض لها مقبرۃ واخرجتها من یدها ودفنت فیها ابنها وتلك القطعۃ لا تصلح المقبرۃ لغلبۃ الماء عندها فیبها فساد فارادت بیعها۔ ان کانت الارض بحال لا یرغب الناس عن دفن الموتیٰ لقلۃ الفساد لیس لها البیع وان کانت یرغب النّاس عن دفن الموتیٰ لکثرۃ الفساد فلها البیع ؎

ایک عورت نے اپنی زمین کے ایک ٹکڑے کو قبرستان بنادیا اور اسے اپنے ہاتھ سے نکالا اور اس میں اپنے بیٹے کو دفن بھی کردیا مگر یہ ٹکڑا پانی کی وجہ سے قبرستان کے لئے درست نہیں تو اس نے اسے بیچنے کا ارادہ کیا۔ اگر زمین ایسی ہے کہ لوگ اس میں اپنے مردوں کو دفن کرنے سے پہلو تہی نہیں کرتے ہیں کیونکہ فساد زائد نہ تھا تو وہ عورت اس ٹکڑے کو بیچ نہیں سکتی اور اگر لوگ اس میں زیادہ خرابی کی وجہ سے مردے دفن نہیں کرتے ہیں تو وہ عورت بیچ سکتی ہے۔" پر ظاہر کہ صورت مستفسرہ میں ہرگز نہ عدم محتاجین ہے نہ عدم صلوح۔ پھر شرط استغنا کب متحقق ہوئی اور تغیرِ وقف کی اجازت کس کے گھر سے ملی، تو روشن ہوا کہ مجیب سوم کا اس روایت خارجہ سے تمسک محض تشبث الغریق بالحشیش تھا ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ۰ ھٰکذا ینبغی التحقیق واللہ ولی بالتوفیق ۰

تنبیہ، یہ مجیب سوم پر تلك عشرہ کاملۃ ہیں اور ان کا رد

ان کے سب اتباع واذناب کے رد سے مغنی ع

وكل الصيد فی جوف الفراء

اور اذناب کے پاس ہے ہی کیا سوا امام زیلعی کی تحقیق کے۔

روایت امام زیلعی رحمۃ اللہ تعالیٰ جسے خود مولوی گنگوہی صاحب نے کچھ سوچ سمجھ کر چھوڑ دیا اور روایت فقہیہ نہ لکھنے کے لئے بے مہلتی کا بہانہ لیا۔ مجیب اول نے لکھی، مجیب دوم سلمہ نے جواب دیا۔ بعض اذناب سوم نے بے تعرض جواب، پھر اسی کا اعادہ کیا۔ مگر جناب گنگوہی صاحب چرچے۔ کہ یہاں مقبرۂ وقف میں کلام ہے۔ مجھے خاص دوسرے مکان وقفی کی اجازت نکالنی مشکل پڑی ہے۔ ہل چلانا، کھیتی کرنا، کہ اس روایت امام زیلعی میں جائز ہو رہا ہے۔ کس گھر سے جائز کرسکوں گا لہٰذا ہوشیارانہ اس سے عدول کیا جو اذناب کی سمجھ میں نہ آیا۔ غالباً اب تو ناظرین نے اس روایت کا محل ومحصل سمجھ لئے ہوں گے۔

صاحبو! اس سے مقصود زمین مملوک ہے، یعنی اگر کسی کی ملک میں کوئی میّت دفن کردی گئی ہو، توجب وہ بالکل خاک ہوجائے، مالک کو روا ہے کہ وہاں کھیتی کرے، گھر بنائے، جو چاہے کرے۔

لان الملك مطلق	کیونکہ ملک مطلق ہے اور مانع
والمانع ذال وهذا ايضاً	زائل ہوگیا اور یہ بھی اس صورت
اذا كان ذلك باذنه والا (فغی)	میں ہے جبکہ اس کی اجازت سے
الغصب له لغواج الميّت	ہو، ورنہ غصب کی صورت میں

وتسوية الارض كما هى لحديث ليس لعرق ظالم حق :

اسے حق ہے کہ میت کو نکالے اور زمین برابر کرے جیسے کہ تھی کیونکہ حدیث میں ہے کہ زمین پر ظالم کا حق نہیں .

علامہ مدقق علائی قدس سرہٗ نے درمختار میں اسے ایسے نفیس سلسلے میں منسلک کیا جس نے معنی مراد کو کھول دیا. مجیب اول نے یہ روایت وہیں سے اخذ کی، مگر علامہ مدقق کے اشارات تک ہر فہم کی دسترس کہاں ؟

درمختار میں فرمایا :

" لا یخرج منہ بعد اھالتہ التراب الالحق آدمی کان تکون الارض مغصوبۃ او اخذت بشفعۃ ویخیر المالک بین اخراجہ ومساواتہ بالارض کما جاز زرعہٗ و البناءُ علیہ اذا بلی وصار ترابا زیلعی" :

" مردے کو مٹی ڈالنے کے بعد صرف حقوق العباد کی وجہ سے نکالا جائے گا، جیسے زمین مغصوبہ ہو یا شفعہ سے لی گئی ہو، اور مالک کو اختیار ہو گا کہ اسے نکالے یا زمین برابر کر دے، جیسے کہ اس پر عمارت بنانا اور کھیتی باڑی کرنا، مردوں کے گلنے سڑنے اور مٹی ہو جانے کے بعد درست ہے"۔ ورنہ مقبرہ وقفی میں کھیتی کرنا کسی کے نزدیک جائز نہیں .

ھدایہ میں ہے

فی غایۃ القبح ان یقبر فیہ الموتیٰ سنۃ ویزرع

سنۃ :

بات یہ ہے کہ وہابیہ کی نگاہ میں قبور مسلمین بلکہ خاص مزارات اولیائے کرام علیہم الرضوان ہی کی کچھ قدر نہیں، بلکہ حتی الوسع ان کی توہین چاہتے ہیں اور جس حیلے سے قابو چلے انھیں نیست ونابود و پامال کرانے کی فکر میں رہتے ہیں۔ ان کے نزدیک انسان مرا اور پتھر ہوا، جیسے وہ خود اپنی حیات میں ہیں کہ لا یسمع ولا یبصر ولا عنک شیئاً۔ حالانکہ شرع مطہر میں مزارات اولیاء تو مزارات عالیہ عام قبور مسلمین مستحق تکریم وممتنع التوہین۔ یہاں تک کہ علماء فرماتے ہیں، "قبر پر پاؤں رکھنا گناہ ہے" کہ سقف قبر بھی حق میت ہے۔

قنیہ میں امام علائے ترجانی سے ہے :

یاثم بوطء القبور لان سقف القبر حق المیت۔

حتی کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جن کی نعلین پاک کی خاک اگر مسلمان کی قبر پر پڑ جائے تو تمام قبر جنت کے مشک وعنبر سے مہک اٹھے، اگر مسلمان کے سینے اور منہ اور سر اور آنکھوں پر اپنا قدم اکرم رکھیں۔ اس کی لذت ونعمت وراحت وبرکت میں ابد الآباد تک سرشار وسرفراز رہے، وہ فرماتے ہیں :

لان امشی علی جمرۃ اوسیف احبّ الیّ من ان امشی

علیٰ قبر مسلمٍ.

بے شک چنگاری یا تلوار پر چلنا مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ میں کسی مسلمان کی قبر پر چلوں (رواہ ابن ماجۃ بسندٍ جیّدٍ عن عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

اور وہابیہ کو اس کی فکر ہے کہ کسی طرح مسلمانوں کی قبروں پر مکان بنیں لوگ چلیں پھریں، قضائے حاجت کریں۔ بھنگی اپنے ٹوکرے لے کر چلیں۔ ع

اگر این ست پسندِ تو نصیبت بادا

ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیمِ۔ واذقد اخذت المسئلۃ حقہا من البیان ولنکف عنان القلم۔ حامدین للہ سبحٰنہ وتعالیٰ علیٰ ماعلم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا ومولٰنا محمد واٰلہ واصحابہ وسلم واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم وحکم عزشانہ احکم۔

تمّت

کتبہ، عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی

عفی عنہ بمحمد المصطفیٰ النّبی الامّی صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم

ان ھٰذا الھو الحق والحق بالاتباع احق

محمدی سنی حنفی قادری ۱۳۰۱
عبدالمصطفیٰ احمد رضا خان

محمد
سلطان

اس میں جو کچھ بیان ہے سب مطابق احکام شریعت وسلف صالحین ہے۔ مسلمان ان سب کو تمسک کریں۔ مؤلف علام کو خدائے برتر جزائے خیر دے اور مقبول خاص وعام کرے اور مجھ کو بھی ثواب سے محروم نہ فرمائے۔

والصلوٰۃ والسلام علےٰ خیر الانام واٰلہٖ واصحابہ الکرام

المذنب المدعو محمد عبداللہ عفی عنہ

مسائل بالاکہ علمائے دین متین وفضلائے امت (رسول مقبول صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم) تحریر وتقریر فرمودند ہمہ حق وراست ودرست اند۔ شاکی اینہا مردود وفاسق اند۔

العبد الضّعیف الرّاجی الی رحمۃ اللّطیف
محمد نعیم، پشاوری عفی اللہ عنہ وعن والدیہ،
والمومنین والمومنات ۔ امین ثم امین ٥

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ٥

حامدًا ومصلیًا ومسلمًا علٰے رسولہٖ سیدنا
محمدٍ وآلہٖ واصحابہ واولیاءِ امتہ ومتبعیہم
اجمعین ٥

جو کچھ مولانائے مجیب جامع المعقول والمنقول حلال مہمات فروع واصول مولوی محمد عمر الدین صاحب الحنفی القادری جزاہ اللہ تعالیٰ خیر الجزاء نے صورت مسئولہ میں تحریر فرمایا ہے، وہ سب حق وصواب ہے، جواب لاجواب ہے، پسندیدہ اولی الالباب ہے۔ حنفی مذہب کے مطابق قبروں کو کھود کر صاف میدان کر دینا اور اس پر مکان وغیرہ بنانا ہرگز درست نہیں، اس کی تحقیق مولائے مجیب نے عمدہ طور سے فرمائی ہے، کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ معترضوں کے کل اعتراض نہایت خوش اسلوبی سے اٹھا دیئے ہیں اور منکروں کے سب خدشات دفع کر دیئے ہیں پھر تحریر مہر تنویر فاضل کامل

عالم عامل، محقق علوم عقلیہ مدقق فنون نقلیہ قالع اصول مبتدعین، قامع اوہام نجدیین، حامی سنن ماحی فتن۔ مجدد مائۃ حاضرہ حجت قاہرہ مولانا الحاج احمد رضا خاں صاحب ادام اللہ تعالیٰ فیوضاتہم کی تو منکروں پر بجلی سی کڑک پڑی، رشید گنگوہی کی تحریر پر تزویر کے تو خوب پرخچے اڑ گئے۔ ایسا امر کوئی فروگذاشت نہ ہوا کہ جس کے لکھنے کی کسی کو تکلیف ہو۔ پس فقیر نے طول دینا مناسب نہ سمجھا، لہٰذا اختصار سے کام لیا گیا۔ ان فتووں کا انکار بجز گمراہ کے کوئی نہ کرے گا۔ اہلسنت وجماعت کو گمراہوں کی صحبت سے پرہیز کرنا لازم ہے اور سلام وکلام قطع کرنا واجب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب حررہ الراجی الی لطف ربہ القوی عبد النبی الامی السید حیدر شاہ القادری الحنفی تجاوز اللہ تعالیٰ عن ذنبہ الجلی والخفی وحفظ عن موجبات الکی والغی بحرمۃ النبی الہاشمی الامی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم

متوطن کچھ بھوج المعروف بہ پیر بھروا لے
پریل بمبئی۔

عبد النبی الامی
الحنفی۔ سید
حیدر شاہ قادری

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذى رزق الانسان علمًا وسمعًا وبصرًا
فى الحيات وبعد الممات. فالموتى يعرفون الزوار ويسمعون
الاصوات والصلوٰة والسلام الاتمان الاكملان على من
هدانا الى الصراط المستقيم وقانا بها من نار الجحيم التى
اعدت للكفرين والماردين من النياشرة والمكذبين
لرب العالمين والمفضلين للشيطان اللعين على علم الاولين
والاخرين صلى الله تعالى عليه وعلى اله واصحابه وابنه و
حزبه اجمعين وعلينا بهم يا ارحم الراحمين ه وبعد فلما
رأيت جواب ناصر الدين المتين ومولٰنا المولوى محمد عمر الدين
وجدته موافقًا للسنته دافعًا للفتنته ونظرت تحرير المولوى رشيد
احمد الگنگوهى فما هو الا ضلال مبين وهتك لحرمة المؤمنين
ومارد به عليه خاتم المحققين عمدة المدققين عالم اهل
السنة مجدد المائة الحاضرة سيدى ومرشدى وكنزى
وذخرى ليومى وغدى مولٰنا المولوى محمد احمد رضا خان
ايده الله لواهب بالفيض والمواهب فلا اجد لسانًا ثناءً
عليه غيران اقول لاشك انه الصدق الصراح والحق القراح
فجزاهم الله خير الجزاء عن الاسلام والمسلمين بحرمة

سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واللہ تعالیٰ اعلم
بالصّواب وعندہ ام الکتاب قالہ بفمہ ورقمہ بقلمہ
محمد المدعو بظفر الدین المحمدی السنی الحنفی القادری
البرکاتی الرّضوی المجددی
البھاروی العظیم آبادی ۔

محمدی سنی حنفی قادری
ابوالبرکات محمد ظفر الدین